۳۲۵۰
۳۲۵۱
ارشاد المسلمین

جمہوریت و اسلام کا بیان

ارشاد المسلمین

الی

مصالح الدنیا والدین

اس رسالہ میں قوم پرست لیڈروں اور وطن پرست علمار کے مذہبی اور سیاسی غلطیوں پر محض خیر خواہی سے تنبیہ کیگئی ہے کیونکہ ہم ناقابل رد دلائل کی بنا پر یقین رکھتے ہیں کہ آجکل قوم پرست لیڈر اور وطن پرست علمار جس راہ پر مسلمانوں کو لیجا رہے ہیں وہ ایسا ہے کہ اسمیں ایمان کا محفوظ رہنا تو ناممکن ہی ہی دنیا کے لحاظ سے بھی خطرناک ہے لہذا مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ ان مضامین کو بانصاف سے پڑھیں اور سمجھیں کہ وہ کس راہ پر جارہے ہیں

صداقت پریس میرٹھ سید معصوم علی بنرواری پرنٹر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہم اسوقت مسٹر محمد علی کے اس مضمون پر تبصرہ کرنا چاہتے ہیں جسکو انھوں نے اپنے اخبار ہمدرد ۳۰ مارچ میں بعنوان "شریعت اسلام میں اصلاح" شائع کرایا ہے، اس مضمون میں اصالۃً ان کا روئے سخن اسمبلی کی رکنیت کی طرف ہے۔ لیکن ضمناً اس میں دوسرے مضامین کو بھی لیا گیا ہے، اور چونکہ وہ مضمون من اولہ الی آخرہ مسلمانوں کیلئے دینی و دنیوی حیثیت سے نہایت خطرناک ہے۔ اس لئے ہم کو اس پر تبصرہ کی ضرورت ہوئی۔ جو مضامین اسمیں مذکور ہیں ان میں سب سے پہلا مسئلہ جمہوریت و ملوکیت کا ہے جسکو مسٹر موصوف نے اصل سیاست قرار دیا ہے۔ اس بحث میں ہمنے ایک مبسوط رسالہ لکھا ہے۔ جو اگر خدا کو منظور ہے تو کسی وقت شائع کیا جاویگا۔ اس لئے اس جگہ اسی قدر مضمون سے تعرض کرتے ہیں جسقدر کہ اس سے مسٹر موصوف نے تعرض کیا ہے چنانچہ اس کے متعلق مسٹر موصوف نے دعوی کیا ہے۔ کہ اسلام نے بادشاہت کو ایک مذموم ادارہ قرار دیا ہے۔ اور اسکو ہرگز مستحسن نہیں قرار دیا آہ مگر جو لوگ شریعت اسلامیہ سے واقف ہیں۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ مسٹر موصوف کا یہ بیان خدا اور رسول پر ایک کھلا بہتان ہے۔ چنانچہ مسٹر موصوف تو آکسفورڈ کے سند یافتہ ہیں۔ وہ جو کچھ اسلام کے متعلق کہہ سکتے ہیں۔ وہ محض اردو دانی یا انگریزی دانی کے سبب کہہ سکتے ہیں خود جمعیۃ العلماء جسکے ارکان مدتوں مدارس عربیہ میں تعلیم پا چکے ہیں۔ اور جو کہ اپنی بدقسمتی سے نیچریوں اور ملحدوں کے ہاتوں شدہ ہو چکی ہیں۔ اس مبحث میں اسنے بھی ایسے منہ کی کھائی ہے۔ کہ پھر اس کا نام تک نہیں لیا۔ چنانچہ اسکی زبان الجمعیۃ نے تمام ہندوستان کے اہل علم کو اس طرف توجہ دلائی۔ کہ وہ اس مسئلہ پر اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ اور بہتر مضمون کے لئے پچاس روپیہ کا انعام بھی مقرر کیا۔ تاکہ لوگ پچاس روپیہ کے

لالچ میں جمہوریت کی تائید میں اپنی پوری کوشش صرف کردیں۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اُس نے علمی خزانہ میں جسقدر جمہوریت کی تائید میں ذخیرہ موجودہ تھا۔ جمہوریت پسندوں کی اعانت کے لئے وہ بھی خرچ کر ڈالا۔ لیکن جب وہ ان تمام تدابیر میں ناکام رہی تو اس نے یہ اعلان بھی کیا۔ کہ اب تک جو تحریریں موصول ہوئیں۔ وہ زیادہ تر ملوکیت ہی کی حمایت میں ہیں۔ اور اس طرح اپنے ہم مشربوں کو ترغیب دلائی۔ کہ وہ ملوکیت کے خلاف مضمون لکھکر کثرت پیدا کریں۔ تاکہ ہمکو اکثریت کے یورپین قانون کی بنا پر جمہوریت کو ترجیح دینے کا موقع ملے۔ اور اسکے لئے میعاد میں بھی اضافہ کردیا۔ مگر نتیجہ کچھ بھی نہ نکلا۔ اور ناچار اُسے اس بحث کو چھوڑنا پڑا اور اپنی حق پوشی کا پورا ثبوت دیدیا پھر ہم نہیں سمجھتے کہ ہمارے مسٹر موصوف کے پاس وہ کونسا ایسا ذخیرہ ہے جس سے وہ اس جھوٹ کو سچ کر سکیں۔ وہ جو کچھ اس سے پیشتر لکھ چکے ہیں۔ چونکہ وہ ہمارے سامنے نہیں اس لئے اسکے متعلق تو ہم اسوقت لکھ نہیں سکتے۔ ہاں جو اشارات انھوں نے اس مضمون میں کئے ہیں۔ ان کے متعلق ہمکو ضرور کچھ کہنا ہے۔ چنانچہ مسٹر موصوف لکھتے ہیں۔ بنی اسرائیل نے اپنے نبی سموئیل سے ایک بادشاہ کی بعثت کو طلب کیا تھا۔ اسکے انجام کا ذکر قرآن کریم سے بھی تیز بائبل کے عہد عتیق کے اسفار سے لیکر کیا جاویگا آہ لیکن ہم کہتے ہیں کہ جب وہ اپنے اس وعدہ کو پورا کرینگے۔ اسوقت ہم بھی اسپر کافی تنقید کر سکتے ہیں۔ لیکن اجمالاً اسوقت بھی اسکے متعلق عرض کئے دیتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ آپ کو بائبل کے عہد عتیق کی اوراق گردانی کی ضرورت نہیں۔ خود قرآن میں اس کا نتیجہ موجود ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ خدا نے اور اسکے نبی نے بنی اسرائیل کی اس درخواست کو جمہوریت کی حمایت میں رد نہیں کیا۔ بلکہ اس کو ایک معقول درخواست سمجھکر قبول کیا۔ اور طالوت کو ان کا بادشاہ مقرر کردیا۔ اس پر بنی اسرائیل نے چیخ پکار کی اور کہا۔ کہ اسے ہمپر بادشاہت کا کوئی استحقاق نہیں۔ کیونکہ وہ کچھ مالدار نہیں بلکہ ہم میں سے کسی کو بادشاہ بنانا چاہیئے کیونکہ ہم اس سے زیادہ حکومت کے حقدار ہیں۔ تو ان کی چیخ پکار پر کوئی توجہ نہیں کی گئی۔ اور خلاف قانون جمہوریت اُن کو طالوت کی بادشاہت کے تسلیم کرنے پر مجبور کیا گیا اور

اور اسکے چند وجوہ بیان کیے گئے۔ اول یہ کہ اسکو تم پر اسلیئے ترجیح ہے کہ خدا نے اوسے
تمپر ترجیح دی ہے۔ دوم یہ کہ بادشاہت کی لیاقت کا بھی مالداری نہیں بلکہ جسمانی
اور دماغی اور علمی فوقیت ہے۔ اور یہ باتیں اس میں ہیں اور تم میں نہیں۔ سوم یہ کہ حکومت
تمہاری نہیں۔ کہ جسکو تم چاہو اوسے دو بلکہ حکومت خدا کی ہے۔ وہ جسے چاہے دے
تمہیں اس میں حجت کا کوئی حق نہیں۔ چہارم یہ کہ خدا بہت بڑا دانا ہے۔ اور تم جاہل
ہو اس لیئے وہ جانتا ہے۔ کہ کون اسکا اہل ہے۔ اور کون نہیں۔ ان وجوہ سے تمہیں
مزاحمت کا کوئی حق نہیں۔ یہ وہ باتیں ہیں۔ جو قرآن میں صراحۃً مذکور ہیں۔ اور یہ ایسی
باتیں ہیں جو ثابت کرتی ہیں کہ خدا کا قانون ملوکیت ہی ہے۔ نہ کہ جمہوریت۔ اور جو جمہوریت
کا حامی ہے وہ خدا کو جھٹلاتا ہے۔ پس اگر مسٹر موصوف کا واقعی قرآن پر ایمان ہے۔ تو انکا
فرض ہے۔ کہ وہ قانون ملوکیت کو خدا کا قانون تسلیم کریں۔ اور اگر وہ اسپر ایمان نہیں رکھتے تو انکو
چاہیئے کہ وہ صاف اعلان کر دیں اور مسلمانوں کو دھوکا نہ دیں۔ اسکے بعد مسٹر موصوف
لکھتے ہیں۔ کہ بادشاہت میں وہی نمرودیت مضمر ہے جس کا تجربہ بنی اسرائیل کے جد امجد
حضرت ابراہیم کو بابل اور اشور کی سلطنت میں ہوا تھا۔ لیکن یہ مسٹر موصوف کی نہایت
نافہمی یا ابلہ فریبی ہے کہ وہ اصولی بحث کو چھوڑ کر شخصی بحث پر اتر آئے۔ یہ کس نے دعوی کیا ہے
کہ ہر بادشاہ فرشتہ ہوتا ہے۔ کہ اسکی تردید میں نمرود اور فرعون جیسے افراد کو پیش کیا جائے
سو اگر تم ان شخصیتوں پر نظر کرتے ہو۔ تو اسکے مقابلہ میں داؤد کی داؤدیت اور سلیمان کی
سلیمانیت اور موسی کی موسویت اور طالوت کی طالوتیت اور محمد رسول اللہ کی محمدیت
اور عمر بن عبد العزیز کی عمریت پر کیوں نظر نہیں کیجاتی۔ آخر یہ حضرات بادشاہ تھے۔ یا کسی
جمہوریت کے صدر۔ پس یہ نہایت بے دینی کی بات ہے۔ کہ ان فرشتوں کو نظر انداز کر کے
لوگوں کے دھوکا دینے کے لیئے نمرود و فرعون کا نام لیا جاوے۔ اچھا اگر ہم اسکے مقابلہ
میں امریکہ اور ترکی اور جرمنی اور کانگرس وغیرہ کی جمہوریتوں کی نمرودیتوں کو پیش کر کے جمہوریت
باطل ثابت کرنا چاہیں۔ تو کیا آپ ہمارے اس طرز استدلال کو پسند فرمائیں گے حالانکہ
ملوکیت کے سلسلہ میں جس طرح ایک طرف نمرود و فرعون جیسے ہستیاں ہیں اسی طرح دوسری

طرف فرشتہ خصلت انبیاء و غیر انبیاء بھی ہیں اور جمہوریت کے سلسلہ میں سوائے فرعونیت اور نمرودیت اور ابلیسیت کے اور کچھ بھی نہیں جبکہ نہیں۔ اور یقیناً نہیں۔ تو پھر ہمارے مقابلہ میں فرعون اور نمرود کا نام کیوں لیا جاتا ہے۔ رہا امام حسینؑ اور یزید کا معاملہ سو اسکا ذکر بھی اس جگہ سراسر دھوکا ہے۔ کیونکہ اُس کا تعلق بھی اصول ملکیت و جمہوریت سے نہیں۔ بلکہ امام حسینؑ اور یزید۔ یا عبداللہ ابن زیاد کی شخصیتوں سے ہے۔ نیز اگر اس کے مقابلہ میں ہم یہ کہیں۔ کہ آپ لوگ خلفاء کی حکومتوں کو خلاف واقع طور پر جمہوریت کہتے ہیں لیکن اگر ہم جمہوریت کی مذمت میں حضرت عمرؓ کی شہادت اور حضرت عثمانؓ کے عہد کی بغاوت اور اسکے نتیجہ میں انکی شہادت اور حضرت علیؓ کے زمانہ کی جنگ جمل و جنگ صفین و جنگ خوارج اور آخرکار حضرت علیؓ کی شہادت کو پیش کریں۔ تو کیا آپ جمہوریت کی برائی کو تسلیم کرلیں گے۔ ایسا تو نہیں۔ تو پھر امام حسینؑ اور یزید کے واقعہ سے ملوکیت کی کیوں مذمت کیجاتی ہے۔ کیا یہ صریح دھوکا نہیں۔ الحاصل مسٹر موصوف کا یہ خدا پر صریح بہتان ہے اور وہ اس باب میں بالکل انہی ارکان اسمبلی کی طرح قابل الزام ہیں۔ جو شریعت میں اصلاح کرتے ہیں۔ بلکہ نظر غائر سے دیکھا جاوے۔ تو مسٹر موصوف ان ارکان سے زیادہ قابل الزام ہیں۔ کیونکہ ارکان اسمبلی خدا کے قانون کو چھوڑ کر اپنا قانون نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ اور وہ یہ دعویٰ نہیں کرتے۔ کہ جو کچھ ہم کر رہے ہیں وہی خدا کا قانون ہے برخلاف مسٹر موصوف کے کہ وہ قانون خداوندی کو بدلتے بھی ہیں اور اسپر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہی خدا کا قانون ہے۔ کیوں مسٹر اگر تمہارے اندر ایمان و انصاف کا کوئی ذرہ ہے تو تم ہمیں بتلاؤ۔ کہ اگر ہندوستان میں جمہوریت قائم ہو جاوے اور تمکو اس کا صدر بنا دیا جاوے۔ تو کیا تمہاری وہ صدارت بہتر ہوگی۔ یا یزید کی ملکیت اگر آپ ہٹ دھرمی سے کام نہ لیں گے تو آپ ضرور یہی کہیں گے کہ میری صدارت سے یزید کی ملکیت ہزار درجہ بہتر ہے۔ کیونکہ اول تو ملکیت میں قانون الٰہی کی تغییر نہیں۔ اور صدارت میں اسکی تغییر ہے۔ دوسرے اگر یزید کی ملکیت پر کوئی الزام عائد کیا جاسکتا ہے اگرچہ یہ بھی غیر ثابت ہے۔ کیونکہ اسکا ذمہ دار اہل تحقیق کے نزدیک عبیداللہ بن زیاد ہے

نہ کہ یزید۔) تو صرف یہ کہ وہ جرم قتل مومن عمداً کا مرتکب ہے۔ نہ کہ افترا علی اللہ اور تغییر شریعت کا۔ اور آپ یقیناً ان جرائم کے مرتکب ہیں پس ایسی حالت میں آپ کی جمہوریت یزید کی ملکیت سے ہزار گونہ بدتر ہوگی۔ پھر آپ کس منہ سے یزید کی ملکیت کو برا کہکر اپنی جمہوریت کو اچھا کہتے ہیں۔ کیا یہ صریح ہٹ دھرمی نہیں ہے۔ پھر مسٹر موصوف نے دیسی ریاستوں کی اصلاح کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ جب تک میں بادشاہت کی اصولی بحث ختم نہ کر دوں۔ اور لوگوں کو یہ یقین نہ دلا دوں کہ میں بادشاہ پسند نہیں ہوں۔ (گو خدا اور رسول بادشاہ پسند ہوں) بلکہ جمہوریت پسند ہوں۔ (جو کہ یورپ کو پسند ہے) اسوقت تک میں اس مسئلہ پر قلم نہیں اٹھانا چاہتا کیونکہ میں مصلح ہوں۔ اور مصلح کا پہلا فرض ہے۔ کہ وہ اپنی ساکھ لوگوں میں قائم کر دے آہ اسکے جواب میں ہم صرف اتنا ہی کہدینا کافی سمجھتے ہیں۔ کہ آپ ضرور مصلح ہیں۔ لیکن اسی قسم کے جس قسم کے آپ کے روحانی پیشوا منافقین تھے جن کا دعوی تھا۔ انما نحن مصلحون۔ جسکے جواب میں کہا گیا تھا۔ الا انھم ھم المفسدون ولکن لا یشعرون۔ اسکے بعد مسٹر موصوف نے مدرسہ دیوبند پر چوٹ کی ہے اور لکھا ہے۔ کہ اب مضمون نگاری اور پمفلٹ بازی سے بڑھ کر ہاتھا پائی تک ہی نوبت نہیں پہنچی ہے۔ بلکہ قتل تک کی واردات ہو چکی ہے۔ اور ایک ایسے مذہبی درسگاہ میں جہاں اسکی تعلیم دیجاتی ہو۔ من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا۔ وہاں وہ کچھ ہو رہا ہے۔ جو نہ کافروں کے پاٹ شالوں میں ہوتا ہے نہ نیچریوں کے کالجوں میں آہ لیکن ہم کہتے ہیں۔ کہ یہاں بھی مسٹر موصوف نے انصاف کا خون کیا ہے۔ اور بتلا دیا ہے۔ کہ اُن کی رواداری اور وسعت خیالی جو کچھ ہے۔ وہ ہندؤوں کے لئے ہے۔ اور مسلمانوں کا اسمیں کوئی حصہ نہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ایسے واقعات سے نہ کوئی زمانہ مستثنےٰ ہے۔ نہ کوئی جگہ۔ اور نہ کوئی فرقہ۔ اور نہ کوئی قوم۔ خود ترکی پارلیمنٹ میں جو حریت و نیچریت میں مسٹر محمد علی اور ان کے جامعہ ملیہ سے سو قدم آگے ہیں۔ طمنچہ بازی ہوئی اور ترکی جمہوریت نے ہزاروں بیگناہ علماء کا خون کیا اور اپنی جمہوریت کے لئے ابتک وہ خون ناحق کرتی رہتی ہے۔ اور خود مسجد فتح پوری کے

جلسہ میں فساد ہوتے ہوتے رہ گیا، اگر پولیس کا انتظام نہ ہوتا۔ تو نہ معلوم ایسے ایسے کتنے قتل ہو جاتے۔ علیٰ ہٰذا ہڑتالوں کے فسادات اور لیڈروں کی ان میں شرکت بھی مخفی نہیں پھر جب مہذب اور مصلح لوگوں کی یہ حالت ہے۔ تو اگر مدرسہ دیوبند میں اس قسم کا ایک حادثہ ہو گیا۔ تو مدرسہ پر کیوں الزام عائد کیا جاتا ہے۔ پھر یہ بھی سوچنا چاہیئے۔ کہ جب تک اہتمام کا استبداد اپنی قوت پر باقی رہا۔ کیا اسوقت تک کوئی ایسا حادثہ وقوع میں آیا۔؟ ہرگز نہیں بلکہ یہ واقعہ اسوقت ہوا۔ جبکہ یورپین مزاج حریت پسندوں نے اہتمام کی قوت کو کمزور بلکہ قریب قریب معدوم کر دیا۔ پس اسکا الزام مدرسہ کو کیوں دیا جاوے۔ بلکہ اس حریت کو دینا چاہیئے جو اسکا بنتا ہے۔ اسکے بعد مسٹر موصوف لکھتے ہیں کہ دیوبند کی اصلاح سے بھی میں غافل نہیں رہ سکتا آہ مگر ہم کہتے ہیں کہ دیوبند سے زیادہ خود آپ قابل اصلاح ہیں۔ پہلے آپ اپنی اصلاح کیجیے پھر مدرسہ کی طرف رخ کیجیے۔ کس قدر افسوس کی بات ہے۔ کہ جو شخص بہ نسبت مولانا محمد علی کے اپنے کو پنڈت محمد علی کہلانا پسند کرتا ہو۔ جو شخص پیشانی پر قشقہ لگا کر حسرت موہانی کے ٹوکنے پر نہایت جرأت کے ساتھ یہ شعر پڑھتا ہو ؎ میر کے دین و مذہب کو اب پوچھتے کیا ہو ان نے تو قشقہ کھینچا دیر میں بیٹھا کب کا ترک اسلام کیا۔ جسکا ایک قصیدہ خواں اسکی تعریف میں یہ شعر لکھتا ہو ؎

ہندو سے کچھ غرض ہے نہ مسلم سے ان کو کام   ان کی نظر میں ایک ہیں دونو خدا اور رام

جو مسٹر گاندھی کی نسبت دعویٰ کرتا ہو۔ کہ اگر محمد رسول اللہ کے بعد کوئی نبی ہوتا۔ تو گاندھی ہوتا وہ مدرسہ دیوبند کی اصلاح کا دعویٰ کرے۔ اس سے زیادہ مسلمانوں کی بدقسمتی کیا ہوگی کہ انکو ایسے مصلح نصیب ہوے۔ ہاں مسٹر آپ ضرور دیوبند کی اصلاح کریں۔ مگر اپنے ہادی برحق مسٹر گاندھی کو بھی ساتھ لے لیں۔ تاکہ جو کچھ کمی آپ کی اصلاح میں رہے۔ اس کو وہ پورا کر دیں۔ اسکے بعد مسٹر موصوف جامعہ ملیہ کا تذکرہ فرماتے ہوے لکھتے ہیں۔ میں جامعہ کی خصوصیتوں کو ظاہر کر چکا ہوں۔ لیکن اسکی خصوصیات اور اسکے خادموں کے ایثار کا ظاہر کرنا اس سے کم ضروری نہیں آہ لیکن ہم کہتے ہیں۔ کہ آپ اس میں بھی مسلمانوں کو دھوکا دے رہے ہیں کیونکہ جس جامعہ کی اہمیت آپ مسلمانوں پر ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ وہ علی گڈھ کالج سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ کیونکہ علی گڈھ کالج نے دین کو ضرر ضرر پہنچایا۔ مگر اس سے دنیوی فائدہ

بھی پہنچا۔ اور جامعہ ملیہ نہ دنیا کا فائدہ پہنچانے والا ہے اور دین کا بلکہ وہ دنیا کے لحاظ سے
سے بھی مضر ہے اور دین کے لحاظ سے بھی بلکہ دین کا ضرر پہنچانے میں کالج سے زیادہ ہے
پس جہاں اسلام اور مسلمانوں پر آپ کے اور احسانات ہیں۔ وہیں آپ کا یہ بھی ایک احسان ہے
کہ آپ ایک ایسے ناکارہ بلکہ خطرناک درسگاہ کے حامی۔ اور مدرسہ دیوبند کے دشمن ہیں۔
اسکے بعد ہمارے مسٹر اعبیلی کی طرف نظر التفات فرماتے ہیں۔ جو کہ ان کے اس مضمون کا
اصلی موضوع ہے۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ اسکے رکنیت پر ہمارے لیڈر اسقدر مٹے ہیں کہ انتخاب
کے وقت ہزاروں بلکہ بعض تو لاکھوں اڑا دیتے ہیں۔ اور ہزاروں کی خوشامد کرتے پھرتے
ہیں۔ ہزاروں جھوٹ بولتے ہیں۔ ہزار بار غیبتیں کرتے ہیں۔ اور ہزاروں لاکھوں کو ایک
دوسرے گلی کوچوں۔ اور میلوں ٹھیلوں میں لڑواتے رہتے ہیں اھ۔ لیکن ہم مسٹر موصوف
سے پوچھتے ہیں کہ کیوں جناب کیا یہ مدرسہ دیوبند کے طالب علم یا مدرس یا مہتمم یا اہل شوریٰ
ہوتے ہیں۔ یا آپ کے بھائی بند۔ جاہ پسند۔ خادم قوم۔ احرار۔ لیڈر۔ وغیرہ۔ نیز ہمکو بتلایا جاوے
کہ کیا آپ کی جمہوریت کے انتخاب میں یہ باتیں نہونگی۔ پھر آپ جمہوریت کی قصیدہ خوانی کیوں
کرتے ہیں۔ اور ایسے فساد کی جڑ کو خدا کا قانون کیوں بتاتے ہیں۔ پھر ہمارے مسٹر جمعیتہ العلما
اور ان کے ہم مشرب سیاسی علما پر آوازہ کستے ہیں کہ دنیا کی کوئی چیز نہیں جسمیں وہ ہاتھ ڈالنے
والے نہوں۔ خواہ اس میں ہاتھ ڈالنے کی ان میں اہلیت ہو۔ یا نہ ہو۔ اھ لیکن ہم مسٹر موصوف
سے پوچھتے ہیں۔ کہ کیا ان علما کو آپ ہی لوگوں نے نہیں بگاڑا۔ ضرور بگاڑا۔ پھر آپ کیوں
روتے ہیں۔ مسٹر اصل بات یہ ہے۔ کہ آپ نے علما کو اپنے ساتھ شریک کرنے کے لئے اس لئے
حجروں سے نکالا تھا۔ کہ عوام پر آپکا اثر نہ پڑتا تھا۔ اب جب آپنے عوام کو اپنے اثر میں لے لیا
تو اب آپ یہ چاہتے ہیں کہ یہ علما کون ہوتے ہیں جو ہمارے ساتھ لیڈری میں شریک
ہوں بلکہ ان کا فرض یہ ہے کہ وہ ہمارے اشاروں پر چلنے والے ہوں۔ اور اصلی لیڈر
ہم ہوں۔ ادھر علما کی خودداری ان کو اسکی اجازت نہیں دیتی کہ وہ آپ کی ہر جہالت اور
بے دینی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں۔ اسپر آپ کو غصہ آتا ہے۔ اور آپ علما پر آوازے کستے
ہیں۔ ہاں مسٹر ذرا یہ تو بتلائیے۔ کہ علما کو تو یہ حق نہیں ہے۔ کہ وہ آپ کی سیاسیات میں دخل

دیں۔ لیکن آپ کو یہ حق ہے۔ کہ آپ علماء کے منصب کو غصب کر لیں۔ اور صرف آکسفورڈ
میں تعلیم پاکر مولانا بن جائیں اور مذہبی فتوے صادر فرمائیں۔ بندہ خدا آدمی کو کچھ تو شرم چاہیے
پھر مسلم لیڈروں پر ہاتھ صاف کرتے ہوئے مسٹر موصوف رقمطراز ہیں۔ ان جوشیلے مسلم
لیڈروں کی تو ہرگز کمی نہیں ہے۔ جو اسکے مدعی ہیں کہ وہ ہی ملت اسلامیہ کے بہترین رہنما صحیح
نمائندے اور سب سے زیادہ مخلص قائد اور زبردست بطل حریت ہیں۔ اور جو علماء پر ریاکاری سے
لیکر بدکاری تک کا الزام لگانے سے نہیں جھجکتے۔ آہ لیکن ہم عرض کرتے ہیں۔ کہ ذرا مسٹر موصوف
اپنی گریبان میں منہ ڈالکر دیکھیں کہیں آپ بھی تو انہی لیڈروں میں سے نہیں۔ ہمارے خیال
میں۔ تو آپ ان سے بڑھ کر ہیں۔ کیونکہ آپ نے اپنے اسی مضمون میں نہ سیاسی علماء کو چھوڑا
اور نہ مذہبی علماء کو۔ بلکہ دونوں پر ہاتھ صاف کیا۔ پھر جبکہ آپ خود ان سے بڑھ کر مجرم ہیں۔
تو یہ کونسے انصاف کی بات ہے۔ کہ آپ ان لیڈروں پر آوازے کسیں۔ کیا آپ کا انصاف
صرف ہندوؤں کیلئے مخصوص ہے۔ اور مسلمان اس سے بالکل محروم ہیں۔ اسکے بعد صحیفہ نگاروں
پر نظر عنایت فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ رہے صحیفہ نگار حضرات وہ تو ہر فن مولا ہیں۔
مذہب میں ان کو ید طولے حاصل ہے۔ اور سیاست کے وہ ماہر ہیں۔ آہ لیکن ہم کہتے ہیں
کہ کیا آپ ان ہی صحیفہ نگاروں میں نہیں۔ ضرور ہیں۔ تو پھر آپ ان کو الزام کیوں دیتے
ہیں اجی مسٹر صاحب یہ بدعنوانیاں اسی تعلیم و حریت کے نتائج ہیں۔ جسکے آپ حامی ہیں
اب آپ ہی انصاف سے کہدیجیے۔ کہ وہ تعلیم و حریت جسکے ایسے برے نتائج ہوں۔ کیسی ہے
اسکے بعد مسٹر موصوف کہتے ہیں۔ میں نے قتل مرتد کے مسئلہ پر علماء سے کسی قدر اختلاف کیا اور
اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ اسلام نے قتل مفسد کی اجازت دی ہے۔ صرف مرتد کے قتل کو نہ قرآن
کریم نے روا رکھا ہے۔ نہ حدیث شریف نے۔ تو مجھ ایاز ملت اسلامیہ پر محمود غزنوی کی سترہ
حملے ہوگئے۔ اور مجھے تفریح میں غرق سمجھا گیا۔ لیکن ہم کہتے ہیں۔ کہ آپ کو تاریخ یاد نہیں رہی۔
محمود غزنوی کے حملے ہندوؤں پر ہوئے تھے۔ نہ کہ ایاز پر۔ پھر آپکا اپنے کو ایاز ملت اسلامیہ
کہنا صحیح نہیں۔ ایاز غلام اور فرماں بردار تھا۔ اور آپ سرکش اور مخرب ملت اسلامیہ ہیں
پھر ہمکو بتایا جاوے۔ کہ کیا آپ علماء میں سے ہیں۔ جبکہ نہیں۔ تو آپ کو علماء کے ساتھ اختلاف

کا کیا حق تھا۔ کیا یہ آپ کی مذہب میں بیجا مداخلت نہیں۔ اور یہ ایکا دہ سی جرم نہیں جو
آپ صحیفہ نگاروں وغیرہ پر عائد کرتے ہیں۔ پھر یہ آپ کو آکسفورڈ کے کون سے پروفیسر نے
بتلایا ہے۔ کہ قرآن و حدیث نے قتل مرتد کا حکم ہرگز نہیں دیا۔ بلکہ قتل مفسد کا دیا ہے۔ کیا
آپ بتا سکتے ہیں۔ کہ جن مرتدین کو حضرت علی نے آگ میں جلایا تھا جس پر حضرت ابن
عباس نے اعتراض کیا تھا کہ حضرت علی نے یہ سزا غلط دی۔ میں ہوتا۔ تو ان کو قتل کرتا کیونکہ
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من بدل دینہ فاقتلوہ۔ ان مرتدین نے
کونسا فساد کیا تھا۔ کونسی مسلمانوں پر فوج کشی کی تھی۔ نیز یہ بھی بتایا جاوے کہ حدیث میں من
بدل دینہ ہے۔ یا من افسد۔ پھر آپ نے خدا و رسول پر کیسے افترا کیا۔ نیز کیا قرآن میں
یہ حکم ہے۔ کہ مرتد کو قتل نہ کرو بلکہ مفسد کو قتل کرو۔ اگر ہے تو ہم کو بتلایا جاوے اور اگر نہیں۔ پھر
تو کیا یہ قرآن پر افترا نہیں علی ہذا کیا کسی حدیث میں یہ حکم ہے۔ کہ مرتد کو قتل نہ کرو۔ بلکہ مفسد
کو قتل کرو۔ مسٹر یہ باتیں ان لوگوں کے سمجھنے کی ہیں جنہوں نے دینی علوم کی خدمت میں اپنی عمر
گزار دی ہیں۔ اور آپ جیسے مولاناؤں میں نے غلط کہا بلکہ پنڈتوں کے سمجھنے کی نہیں۔ اور نہ
ان مرتدوں کے سمجھنے کی ہیں جنہوں نے آپ کو یہ سبق پڑھایا ہے۔ آپکے لئے مسٹر و صرف ممتاز
ہیں سیاست پر اس اجنبی حکومت کی غلامی کے خلاف بیزاری کا اظہار کرکے اسے الدّ
الخصام ثابت کردیں۔ اور اسکی ضرورت بتادیں۔ کہ ہنود کو اس غنیم کے خلاف جہاد کے وقت
اپنا حلیف نہ بھی بنا سکو تو اس وقت اپنا سارا زور ان کی مخالفت پر صرف نہ کرو۔ اگر اس
بڑے غنیم سے نجات ملنے پڑی۔ وہ دشمنی کا ثبوت دیتے رہیں گے۔ تو ان سے بھی نبٹ لیں گے
تو مجھے ہندو کا غلام کہا جاتا ہے اور مسلمانوں کا دشمن بتلایا جاتا ہے آہ۔ لیکن ہم کہتے ہیں
کہ مسٹر! بگڑنے کی کوئی بات نہیں۔ آپ کو جس نے ہندوؤں کا غلام اور مسلمانوں کا دشمن کہا
کچھ بیجا نہیں کیا۔ کیا آپ نے ہندوؤں کی خوشامد میں قشقے نہیں لگائے۔ کیا آپ نے ہندوؤں
کی خوشامد میں اپنے کو مولانا کی بہ نسبت پنڈت کہلانے کو ترجیح نہیں دی۔ کیا آپ نے علی الاعلان
میر کا شعر پڑھ کر ترک اسلام نہیں کیا۔ کیا آپکے مزاج کی شہادت کی بنا پر آپکی نظر میں خدا و رام
دونوں ایک نہیں۔ کیا آپنے ہندوؤں کی پاس خاطر کیلئے وہ ناگفتہ بہ کلمات نہیں کہے جن کا

تذکرہ حسن نظامی نے اپنے ایک مضمون میں کیا تھا۔ پھر کیا آپ ہندوؤں کی موافقت میں اسلامی مفاد کو نظر انداز نہیں کرتے۔ جبکہ یہ واقعات ہیں۔ تو پھر اگر کسی نے آپکو ہندوؤں کا غلام اور مسلمانوں کا دشمن کہدیا۔ تو کیا بیجا کیا۔ رہا آپکا یہ بیان کہ اگر اس بڑے غنیم سے نجات ملنے پر بھی ہندو دشمنی کا ثبوت دینگے۔ تو ان سے نبٹ لیں گے۔ سو یہ بھی ایک سخت نافہمی یا تجاہل عارفانہ کی دلیل ہے۔ کیونکہ آپکا یہ جملہ چند دعووں پر مشتمل ہے۔ اول یہ کہ ہم ہندوؤں کے ساتھ ہو کر انگریزوں سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔ دوم یہ کہ انگریز بڑے غنیم ہیں۔ اور ہندو چھوٹے۔ سوم یہ کہ ہندو اس وقت دوستی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ چہارم یہ کہ ہم سوراج حاصل ہونے کے بعد ہندوؤں کی دشمنی کی صورت میں ان سے نبٹ لیں گے۔ سو آپکے دعوی اول کے متعلق ہمارا آپسے یہ سوال ہے۔ کہ آپ کو یہ کیونکر ثابت ہوا کہ تا حصول سوراج ہندو برابر آپکے ساتھ رہیں گے؟ کیا یہ احتمال نہیں۔ کہ جسطرح ہندوؤں نے نان کو اپریشن کے زمانہ میں مسلمانوں کو انگریزوں سے ٹکرا دیا تھا۔ اور ان کو لڑا کر خود انکے مقابل ہو گئے تھے۔ یونہی اب بھی وہ ایسا ہی کریں گے۔ اگر یہ احتمال ہے۔ اور صرف احتمال ہی نہیں بلکہ واقعہ ہے۔ تو پھر آپکا یہ دعوی کیونکر صحیح ہے۔ رہا آپکا دوسرا دعوی سو وہ اس لئے صحیح نہیں۔ کہ ہندوؤں اور انگریزوں کا برتاؤ اسکی تکذیب کرتا ہے۔ چنانچہ ہندوؤں کی دلی خواہش ہے۔ کہ مسلمان ہندوستان سے نکل جائیں۔ اور وہ اس مضمون کو اپنی تقریروں اور تحریروں میں بارہا دل کھول کر ظاہر کر چکے ہیں۔ اور دن رات اسکی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ برخلاف انگریزوں کے۔ کہ انھوں نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ بلکہ وہ تمہارے ہجرت کے زمانہ میں بھی اسکے برخلاف تھے۔ پھر انگریزوں نے باوجود اس استیلائے کے جو انکو نہ صرف ہندوستان۔ بلکہ دنیا میں ابتک حاصل رہا ہے۔ صراحۃً کوئی ایسی کارروائی نہیں کی جس سے مذہب میں صریح مداخلت ہو۔ برخلاف ہندوؤں کے کہ وہ اس غلامی کی حالت میں بھی شعائر اسلامی کے مقابلہ میں قوت سے کام لیتے ہیں۔ اور مساجد کی توہین۔ قرآن کی تحقیر اذان اور نماز کو روکنے قربانی بند کرنے بیگناہ مسلمانوں کو قتل کرنے وغیرہ میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے۔ ان واقعات کو دیکھنے کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں انگریز بڑے غنیم ہیں۔ اور ہندو

جھوٹے بجز پنڈت محمد علی کے۔ رہا آپ کا تیسرا دعویٰ سو وہ اس لئے غلط ہے۔ کہ ہندو
اب تک ہمکو ہمارے جائز حقوق دینے پر راضی نہیں۔ چنانچہ وہ اس کو تسلیم نہیں کرتے۔
کہ مسلمان اپنے مفاد کی حفاظت کیلئے اپنے نمائندے خود منتخب کریں۔ بلکہ وہ اسپر زور دیتے
ہیں۔ کہ اس باب میں مسلمانوں کو آزادی نہ دیجاوے۔ اور وہ ہندوؤں کے محتاج رہیں
چنانچہ وہ خواہ مخواہ مخلوط انتخاب پر زور دیتے ہیں۔ پھر کیسے کہا جا سکتا ہے۔ کہ ہندو اسوقت
مسلمانوں کے ساتھ دوستی کر رہے ہیں۔ اسپر شاید مسٹر موصوف یہ کہیں کہ مخلوط انتخاب میں
جس طرح ہندو مسلمان نمائندوں کے انتخاب میں حصہ لے رہے ہیں۔ یوں ہی وہ ہندو
نمائندوں کے انتخاب میں مسلمانوں کو حصہ دے رہے بھی ہیں۔ پھر ان پر کیا الزام ہے۔ تو اس کا
جواب یہ ہے۔ کہ ہندو آپ سے زیادہ سمجھدار ہیں وہ اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں کیا
اور تجربہ نے ان کو یہ بات بتلادی ہے۔ کہ جب مخلوط انتخاب میں ایک ہندو اور ایک مسلمان کا
مقابلہ ہوگا۔ تو ہندو کی کامیابی قریب قریب یقینی ہے۔ کیونکہ مسلمان کو ہندو رائیں ملنا بہت
دشوار ہے۔ اور ہندو کو مسلمان راؤں کا مل جانا بہت آسان ہے۔ میری رائے میں مخلوط
انتخاب کا مسئلہ ان تمام مراعات کو بیکار کر دیتا ہے جنکا ہندوؤں کی طرف سے دیا جانا بیان
کیا جاتا ہے۔ اور اس سے سیاسی میدان میں ہندوؤں کی سبقت اور مسلمان سیاست
دانوں کی ناقابلیت اچھی طرح ظاہر ہے۔ اور جبکہ یہ ہندوؤں کی ایک زبردست چال ہے
جسمیں مسلمانوں کو کامل شکست دی گئی ہے تو ایسی حالت میں یہ دعویٰ صراحۃً غلط ہے
کہ ہندو اسوقت مسلمانوں کے دوست ہیں۔ رہا مسٹر موصوف کا چوتھا دعویٰ تو وہ بھی مسٹر موصوف
کی ناتجربہ کاری یا ہندوؤں کی غلامی کا بین ثبوت ہے۔ کیونکہ خلافت اور نان کوآپریشن
اور اتحاد ہندو مسلم کے زمانہ میں لالہ لاجپت رائے نے اپنی ایک تقریر میں بیان کیا تھا۔
کہ ہمکو ڈرایا جاتا ہے۔ کہ سوراج تمہارے لئے مضر ہے۔ کیونکہ اس صورت میں مسلمان ہندوؤں کے
بھائی پٹھانوں کو چڑھا لائیں گے۔ لیکن ہم اس سے نہیں ڈرتے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ
اگر مسلمان ایسے کارروائی کریں۔ تو ہم بطور خود یا گورنمنٹ کی امداد سے کیونکر اپنی آزادی کو
قائم رکھہ سکتے ہیں۔ یہ مضمون ہے اس تقریر کا۔ گو مجھے اسکے الفاظ محفوظ نہیں۔ اور نہ اسوقت

اخبار کا حوالہ یاد ہے۔ جسمیں یہ تقریر میں نے دیکھی تھی۔ اس سے مسٹر موصوف کی اس رائے کی غلطی صاف ظاہر ہے۔ اور یہ بات صاف بتلاتی ہے۔ کہ اگر سوراج کے بعد مسٹر محمد علی ہندوؤں کے منشا کے موافق نہ رہے۔ تو وہ بطور خود یا انگریزوں کی مدد سے ان کو اچھی طرح سیدھا کر سکتے ہیں۔ الغرض مسٹر موصوف کا یہ بیان بالکل ناقابل تسلیم ہے۔ اور وہ اس سے صرف سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکھا دے سکتے ہیں۔ اسکے بعد مسٹر موصوف اسمبلی کی مذمت ان الفاظ میں کرتے ہیں۔ کیا آج میں مذہبی پیشواؤں ملی رہنماؤں۔ اور صحافتی مقتداؤں سے دریافت کر سکتا ہوں کہ کسی نے اس امر پر بھی غور کیا ہے۔ کہ وہ اسمبلی جسکی رکنیت کے جواز کا علماء نے بھی اب فتویٰ صادر کر دیا ہے۔ وہ اسمبلی آج شریعت اسلام میں نعوذ باللہ من ذلک اصلاح کرنے کے لئے مستعد ہے۔ اھ لیکن میں مسٹر موصوف سے دریافت کرتا ہوں۔ کہ کیا آپ نے اسمبلی کی یہ کاروائی مذہبی علماء کے گوش گذار کر کے ان کو اس طرف توجہ دلائی ہرگز نہیں تو پھر آپ مذہبی علماء کو اس کا ملزم کیوں قرار دیتے ہیں۔ رہے سیاسی علماء سو آپ کی طرح وہ بھی سیاست کے بندے ہیں۔ ان کو مذہب سے سروکار ہی نہیں اس لئے۔ ان کی شکایت فضول ہے۔ پھر ہم آپ سے دریافت کرتے ہیں۔ کہ کیا آپ کا دامن شریعت کی اصلاح سے پاک ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ آپ نے جو اصلاحات شریعت میں کی ہیں۔ وہ ان اصلاحات سے بہت بڑھکر ہیں۔ جو ارکان اسمبلی نے کرنی چاہی ہیں۔ چنانچہ اسکی تین نظیریں تو آپ کی اسی تحریر میں موجود ہیں۔ ایک خدا کے قانون ملکیت پر قانون جمہوریت کو ترجیح دینا۔ اور دوسری قتل مرتد کی جگہ قتل مفسد بنانا۔ اور تیسری بذریعہ جبریہ تعلیم کے تعلیم قرآن کو جرم قرار دینا۔ پھر آپکو ارکان اسمبلی کو الزام دینے کا کیا حق ہے۔ پھر آپ نے اس جگہ بھی اسی اصولی غلطی کا اعادہ کیا ہے۔ جس کا ارتکاب آپ جمہوریت و ملوکیت کے معاملہ میں کر چکے ہیں۔ کیونکہ آپ نے بعض ارکان کی ذاتی جرم سے شرکت اسمبلی کے جرم ہونے پر استدلال کیا ہے۔ حالانکہ شرکت اسمبلی علیحدہ شئے ہے۔ اور اسکے بعض ارکان کا فعل الگ۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کیا آپ کی ترکی جمہوریت اس سے بیشتر خدا کے قانون ازدواج کو منسوخ کر کے دو مین قانون ازدواج نافذ کر چکی ہے۔ جس کی حسرتی امیر افغانستان کے دربار سے بھی ہو چکی ہے۔ کیا یہ لوگ بھی

اسمبلی کے ممبر ہیں۔ اگر نہیں۔ تو آپ جسطرح اسمبلی کے بعض ارکان کی حماقت سے اسمبلی کی
شرکت کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح ترکی جمہوریت کے اس ناجائز فعل سے خود جمہوریت
کو جرم کیوں نہیں قرار دیتے۔ کیا آپ کے اس نامنصفانہ رویہ کو دیکھ کر یہ کہا جا سکتا ہے۔
کہ آپ کا دامن نفسانیت کے دھبہ سے پاک ہے۔ اور جو کچھ آپ کر رہے ہیں۔ نیک نیتی
سے کر رہے ہیں۔ اے مسٹر۔ آپ ذرا خود غرضی اور نفسانیت سے الگ ہو کر غور کریں۔ اور
سمجھیں۔ کہ یہ شرکت اسمبلی کے نتائج نہیں۔ بلکہ اس گندی تعلیم۔ روشن خیالی متجددہ تو میت
بنانے۔ دنیا کو دین پر ترجیح دینے۔ اور حریت کے نتائج ہیں۔ جنکو آپ مسلمانوں میں جبریہ
طور پر نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ ہم صاف کہتے ہیں۔ کہ ہم ان مسلمان ارکان اسمبلی کو جنھوں نے
ہندوؤں اور مسلمانوں کے آپس کے مناکحت کو سکوت یا تائید اجائز قرار دیا۔ یا جوان عورت
اور بوڑھے مرد کی شادی کو جرم قرار دیا۔ مسلمانوں کے صحیح نمائندے نہیں مانتے ہیں۔ اور گورنمنٹ
کو چاہئے۔ کہ وہ ایسے قانون کو نافذ کر کے مذہب میں مداخلت کا الزام اپنے سر نہ لے۔ اور
مسلمانوں سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ اس معاملہ میں پوری جد و جہد کریں۔ کہ یہ قانون خلاف
شریعت رائج نہ ہونے پائے۔ لیکن ہم اسکے ساتھ مسٹر محمد علی سے بھی دریافت کرتے ہیں
کہ انھوں نے دہلی ہیڈ میونسپلٹی کے الیکشن کے وقت کس کا ساتھ دیا۔ آیا حاجی محمد یوسف کا
یا مسٹر آصف علی کا جو ایک ہندو دیوی سے شادی کا پیغام دیکر قانون الٰہی کو عملاً منسوخ
کرنا چاہتے ہیں اور مسلمانوں میں ایک نیا فتنہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ اور اس طرح انھوں نے
دہلی میونسپلٹی میں مسلمانوں کا صحیح نمائندہ مسٹر آصف علی کو تسلیم کیا۔ یا حاجی محمد یوسف کو
ہم یہ بھی صاف کہتے ہیں۔ کہ ہم بھی اسمبلی کی شرکت کے مؤید ہیں۔ لیکن اس لئے نہیں۔
کہ مسلمان اسمبلی میں جا کر اسلام میں اصلاح کریں۔ یا مسلمانوں کے مفاد کو نظر انداز کر دیں۔ بلکہ
اسلئے کہ وہ اسمبلی میں حتی الامکان کوئی ایسا قانون نہ پاس ہونے دیں۔ جو اسلام یا مسلمانوں
کے مفاد کے خلاف ہو۔ اب یہ خود مسلمانوں کا فرض ہے۔ کہ وہ انتخاب کے وقت یہ دیکھ لیا کریں
کہ کون اسکا اہل ہے۔ اور کون نہیں۔ نیز یہ ان مسلمان ممبروں کا فرض ہے۔ کہ وہ اسمبلی میں جا کر
اپنے فرض منصبی کو پس پشت نہ ڈال دیں۔ اسکے بعد مسٹر موصوف نے علماء اسلام پر آوازے

کیے ہیں۔ اور ان پر چند جرم عائد کیے ہیں اور فرمایا ہے کہ علمار اسلام اسمبلی کی کارروائیوں
میں حصہ لینے کے بجائے۔ اس فکر میں ہیں۔ کہ کس کی تکفیر کیجاوے کس طرح مسلمانوں
کے آوارہ گرد بچوں کو خادم قرآن بنکر اپنی چند روٹیوں کے خوف سے جبریہ تعلیم سے مستفیض
ہونے سے روکا جاوے۔ کس مستبد کے استبداد کو اسلامی شوریٰ اور نبوی عزم و توکل علی اللہ
قرار دیا جاوے۔ یا کس کی ران پر بہشتی زیور باندھا جاوے اھ۔ لیکن ہم نہیں سمجھتے۔ کہ مسٹر
موصوف کی دماغی قابلیت کو کیا ہوا۔ کہ جن افعال کو وہ خود جرم قرار دیتے ہیں۔ اگر انہی
باتوں کے انسداد کی طرف علمار توجہ کرتے ہیں۔ تو مسٹر موصوف جامہ سے باہر ہو کر ان
علمار ربانی پر پھبتیاں اڑانے لگتے ہیں۔ آخر ہم مسٹر موصوف سے پوچھتے ہیں۔ کہ علمار
انہی کی تو تکفیر کرتے ہیں۔ جو قانون شریعت میں اصلاح یا ترمیم یا تغیر یا اس کا انکار یا اسکے
ساتھ تمسخر کرنے یا اسکو بزور شمشیر مٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ پھر کیا مسٹر محمد علی کے نزدیک
یہ باتیں عین ایمان ہیں۔ اگر ایسا ہے، تو پھر وہ ارکان اسمبلی کو کیوں مجرم قرار دیتے ہیں
اور اگر نہیں ہے۔ تو علمار پر طعن کیوں ہے۔ رہی جبریہ تعلیم کی مخالفت سو اسکی وجہ بھی ظاہر
ہے۔ کہ آج تک کسی آوارہ گرد۔ اور کھیل کود میں مصروف رہنے والے لڑکے نے شریعت
اسلام میں ترمیم یا اصلاح نہیں کی۔ اور نہ اسمیں اسکا حوصلہ ہو سکتا ہے۔ اور اس تعلیم
کے تعلیم یافتہ جس کو مسٹر محمد علی مسلمانوں میں جبریہ طور پر رائج کرنا چاہتے ہیں۔ ہزاروں
ایسے موجود ہیں۔ جو اس جرم کے مرتکب ہیں۔ پھر ایسی تعلیم کو علمار جبریہ طور پر تو درکنار بخوشی
بھی جائز نہیں رکھ سکتے۔ کیوں مسٹر محمد علی تم ہمیں یہ تبلاؤ کہ اگر اسوقت محمد رسول اللہ دنیا
میں تشریف فرما ہوتے۔ تو وہ معلم قرآن ہو کر مسلمانوں کے بچوں اور بڑوں کو قرآن کی
تعلیم دیتے۔ یا کسی بورڈ کے اسکول کے ماسٹر یا ہیڈ ماسٹر ہو کر اُس کی تعلیم دیتے جسکی
آپ مسلمانوں کے بچوں کو بزور شمشیر تعلیم دیتے ہیں۔ اگر وہ بھی معلم قرآن بنتے۔ تو آپ
خدام قرآن پر طعنہ زن کیوں ہوتے ہیں۔ اور اگر آپ کا یہ خیال ہے کہ وہ کسی اسکول
کی ماسٹری کرتے۔ تو آپ صاف کہدیجے تاکہ ہمیں پوری تصدیق ہو جائے۔ کہ واقعی
آپ تفریح میں غرق نہیں ہیں۔ اور جن لوگوں نے آپ پر یہ غلط الزام لگایا انھوں نے

بہت بُرا کیا۔ پھر آپ نے علماء پر حمایت ملوکیت کا طعن کیا ہے۔ مگر ہم آپ کو
بتا چکے ہیں۔ کہ ملوکیت ہی قانون الٰہی ہے۔ اور اسکی حمایت علماء کا فرض ہے
ولو کرہ الکافرون۔ ران پر بہشتی زیور باندھنے کا اشارہ ہم نہیں سمجھے۔ اگر ہم سمجھتے تو
اسکے متعلق بھی گذارش کرتے۔ آخر میں ہم آپ سے ایک سوال یہ کرتے ہیں۔ کہ آپ حریت
کے بھی حامی ہیں۔ اور اسی کے ساتھ جبریہ تعلیم کے بھی۔ سو ہم نہیں سمجھتے۔ کہ یہ متضاد خیالات
ایک صحیح دماغ میں کس طرح جمع ہو سکتے ہیں۔ کیا جبریہ تعلیم اسی استبداد اور فرعونیت اور
نمرودیت کی شاخ نہیں ہے۔ جس کی آپ مذمت فرماتے رہتے ہیں۔ اور جسکو آپ قانون الٰہی کے
خلاف بتلاتے ہیں۔ ہمکو بتلایا جاوے کہ اس نمرود میں جس نے تعلیم توحید کی بنا پر ابراہیم کو آگ
میں ڈالا تھا اور ان نمرودوں میں جو تعلیم قرآن پڑھنے والوں کے وارثوں پر جرمانے کرتے اور انکو جیلخانہ
بھیجتے ہیں کیا فرق ہے۔ اور اس فرعون میں جس نے انا ربکم الاعلیٰ کہا تھا۔ اور اس کمیٹی میں
جو بزبان حال انا ربکم الاعلیٰ کہتی ہے۔ کیا امتیاز ہے۔ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آیا براہ مہربانی
فوراً ہمکو سمجھا دیا جاوے۔ الحاصل ہم کو جہانتک خود انکی تحریر سے مسٹر محمد علی کے حالات کا اندازہ ہوا ہے
وہ یہ ہے۔ کہ مسٹر موصوف کا قول کچھ ہے۔ اور فعل کچھ۔ سو وہ اپنے حریفوں پر جن ہتھیاروں سے حملہ
کرتے ہیں۔ اونہی سے خود اپنے کو زخمی کرتے ہیں۔ وہ دوسروں کے استبداد کو مٹانے کے لئے جمہوریت
کا راگ گاتے ہیں۔ مگر اس پردہ میں وہ دنیا پر اپنا استبداد قائم کرنا چاہتے ہیں مسٹر موصوف
کی دماغی قابلیت کی یہ حالت ہے۔ کہ وہ دعوی کو سمجھتے ہیں نہ دلیل کو۔ اور باایں ہمہ انکو ہمہ دانی کا
دعوی ہے۔ نیز مسٹر موصوف صرف گورنمنٹ ہی کے مقابلہ میں بہادر نہیں۔ بلکہ خدای احکم الحاکمین
کے مقابلہ میں بھی بہادر ہیں۔ مگر باایں ہمہ وہ ہندوؤں سے نہایت ڈرتے ہیں۔ اسلام کی ترمیم اور
اصلاح کے تو خاص طور پر ٹھیکہ دار ہیں۔ مگر وہ باوجود اسکے ارکان اسمبلی کے اصلاح شریعت
کو جائز نہیں رکھتے۔ کیونکہ اونہیں اسمبلی سے عداوت ہے۔ گو اصلاح کے مخالف نہیں مسٹر موصوف
میں انصاف کا مادہ بالکل نہیں الی غیر ذلک من الکمالات۔ یہ تو وہ کمالات تھے۔ جو انکی
تحریر سے مستنبط ہوتے ہیں۔ لیکن اس جگہ یہ ظاہر کر دینا بھی بے موقع نہ ہوگا۔ کہ ہمارے ایک دوست
نے بیان کیا۔ کہ مسٹر محمد علی نہایت متوکل اور قانع ہیں۔ چنانچہ وہ خود فرماتے تھے۔ کہ اگر مجھے مال وجاہ

مطلوب ہوتا۔ تو مجھے گورنمنٹ سے اسقدر مل سکتا تھا کہ ان خوشامدیوں کو اس کی ہوا بھی نہیں لگی۔ اسکے جواب میں میں نے اپنے دوست سے کہا۔ کہ آپ اس حقیقت سے ناواقف نہیں ہیں۔ کہ چیونٹی کا پیٹ ایک ذرہ سے بھر سکتا ہے۔ مگر ہاتھی کے لیئے بہت بڑی مقدار میں غذائی ضرورت ہے۔ اور وہ چیونٹی کی غذائی طرف التفات نہیں کر سکتا۔ بس یہی حالت تم مسٹر محمد علی اور جی حضوریوں کی سمجھو۔ جی حضوریوں کا شکم حرص بہت چھوٹا ہے۔ اور وہ تحصیلداری ڈپٹی کلکٹری اسمبلی کی ممبری وغیرہ پر قناعت کر لیتے ہیں۔ اور مسٹر محمد علی کا شکم حرص اسقدر بڑا ہے۔ کہ اسکو بجز سوراج یا بادشاہت کے کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔ اس لیئے وہ ڈپٹی کلکٹری یا ممبری وغیرہ عہدوں پر قناعت نہیں کر سکتے بلکہ وہ یہ چاہتے ہیں۔ کہ میری حکومت سب پر ہو۔ اور مجھپر کسی کی حکومت نہ ہو۔ حتی کہ وہ احکم الحاکمین کی حکومت کو بھی اپنے اوپر گوارا نہیں کرتے۔ چنانچہ اسی کا نتیجہ ہے۔ کہ وہ نہایت بے دردی سے خدا کے حکموں کو ٹھکراتے ہیں۔ اور جہاں کہیں وہ اسلام یا شریعت کا نام لیتے ہیں۔ تو وہ محض پروپگنڈے کے طور پر تاکہ خدا پرست اُن سے وحشت نہ کریں۔ یہ حقیقت ہے۔ ان کے توکل اور قناعت کی۔ پس ایسی حالت میں خدا پرستوں کا فرض ہے۔ کہ وہ ہوشیاری سے کام لیں۔ اور اندھے ہو کر مسٹر موصوف کی ہوا و ہوس کا شکار نہ ہوں۔ اور ہم یہ بھی صاف کہتے ہیں کہ ایسے گمراہیوں کی اشاعت کے ذمہ دار صرف وہ لوگ ہیں جو ان مسٹر جیسے اسلام کے دوستوں کی حوصلہ بڑھا کر اُن کو اسلام کے مقابلہ میں آنے کی ہمت دلاتے ہیں۔ اور خود ان کی فوج بنکر دین الہی پر چھاپے مارتے ہیں۔ پس اگر مسلمان باوجود ہمارے تنبیہ کرنے کے بھی متنبہ نہ ہوں۔ تو اُن کو احکم الحاکمین کے دربار میں جوابدہی کیلئے تیار رہنا چاہیئے۔ کیسے غضب کی بات ہے۔ کہ ایک یورپ کا تعلیم یافتہ جس نے نہ کبھی مذہب کی صورت دیکھی۔ نہ مذہبی علماء سے کچھ سیکھا نہ اُن کی صحبت حاصل کی۔ وہ نائب رسول بنکر جامع مسجد دہلی میں لوگوں کو دین کی تعلیم دیتا ہے۔ اور لوگ اسکو نائب رسول تسلیم کرتے ہیں۔ اور اسکی باتوں پر آمنّا و صدقنا کہتے ہیں۔ وہ رسول کے

سیجے نابوں پر حملے کرتا ہے۔ اور لوگ اس کی تعریف و تحسین کرتے ہیں۔ وہ خدا اور رسول کے دین کی تحریف کرتا ہے۔ اور لوگ اسپر بجا و درست کہتے ہیں۔ کیا یہ ایسی باتیں ہیں جن پر ایسے لوگوں سے باز پرس نہ ہوگی۔ ہوگی اور ضرور ہوگی۔ پس مسلمانوں کو ایسی باتوں سے توبہ کرنی چاہیئے۔ ہمدرد کے مضمون پر تنقید ختم ہوئی۔ اب ہم الجمعیۃ کے مضمون پر تنقید کرتے ہیں الجمعیۃ اپنی اشاعت مورخہ ۲ شعبان ۱۳۴۶ھ میں لاہور مسلم لیگ کے مطالبات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ کہ ان مطالبات کا صاف مطلب یہ ہے۔ کہ ہندوؤں کی ایک نہ مانی جائے۔ اور مسلمانوں کی سب مان لی جائیں۔ آہ اور اس طرح اس نے لاہور کی مسلم لیگ کے جائز مطالبات کو مسترد کرنا چاہا ہے۔ لیکن یہ طریقہ رد اصولاً صحیح نہیں۔ کیونکہ کسی مطالبہ کے رد کا طریقہ صرف یہی ہو سکتا ہے کہ اس کا غیر معقول ہونا ثابت کیا جاوے۔ پس اس جگہ الجمعیۃ کا فرض تھا۔ کہ وہ تھوڑی دیر کے لئے ہندوؤں کی بیجا حمایت سے قطع نظر کر کے بحیثیت ایک ثالث ہونے کے ان کی غیر معقولیت دکھلاتا۔ اور یہ ظاہر کرتا کہ ہندو ان کو ان معقول وجوہ کی بنا پر منظور نہیں کر سکتے۔ لیکن اگر فی الحقیقت کوئی ایسے وجوہ نہیں ہیں۔ تو ان کو صرف اسوجہ سے رد نہیں کہا جا سکتا۔ کہ جب تم ہندوؤں کا ایک مطالبہ بھی منظور نہیں کرتے۔ تو وہ تمہارے اتنے مطالبات کیوں منظور کر لیں۔ کیونکہ یہ ممکن ہے۔ کہ ہندوؤں کا ایک مطالبہ انصافاً غیر معقول ہو۔ اور ہمارے سو مطالبہ انصافاً معقول ہوں۔ پس ایسی حالت میں انصاف ہندوؤں کو ہمارے کل مطالبات کے منظور کرنے پر مجبور کریگا۔ اور ہم ان کے ایک مطالبہ کے منظور کرنے پر بھی مجبور نہ ہونگے۔ شاید الجمعیۃ نے سنار کی کھٹ کھٹ اور لوہار کی ایک والی مثل نہیں سنی یا اُسے یاد نہیں رہی۔ اب ہم اسے اسکی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ہندوؤں نے صرف ایک مخلوط انتخاب کے مسئلہ سے تمام ان مطالبات کو بیکار کر دیا ہے۔ جو انھوں نے مسلمانوں کے منظور کئے تھے۔ کیونکہ اول تو جداگانہ انتخاب سے بھی مسلمانوں کو بوجہ ان کی عام جہالت اور قوم فروشی اور دین فروشی کے کسی خاص فائدہ کی توقع نہ تھی۔ لیکن اگر اُس سے کچھ فائدہ ہو سکتا تھا۔ تو صرف پانچ صوبوں میں ہو سکتا تھا۔ جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے

برخلاف اسکے اُس سے قریب قریب دوگنا فائدہ ہندوؤں کو ان تو صوبوں میں حاصل ہوتا۔ جہاں ان کی اکثریت ہے۔ لیکن اب جبکہ مخلوط انتخاب کا مسئلہ پیش کر دیا گیا ہے۔ تو اس صورت میں مسلمانوں کو کسی جگہ بھی فائدہ کی توقع نہ رہی۔ کیونکہ ہندوؤں کے پاس جو ذرائع مسلمان رایوں کو اپنی طرف کھینچ لینے کے موجود ہیں۔ وہ مسلمانوں کے پاس نہیں۔ پس جبکہ تمام سیاسیات کی روح یہی مسئلہ انتخاب ہے۔ اور یہ ہی ہندؤوں کے حق میں طے ہو گیا۔ تو اب مسلمانوں کے پاس بجز ہندوؤں کی غلامی کے کیا رہ جاتا ہی اور ان کو سوائے آزادی کے نام کے اور کیا مل جاتا ہے۔ پس جبکہ مسلمانوں کی قسمت میں طوق غلامی ہی لکھا ہوا ہے۔ خواہ انگریزوں کی ہو۔ یا ہندوؤں کی۔ تو پھر انہیں اس لایعنی جدوجہد سے کیا حاصل۔ الجمعیۃ ان مطالبات کی معقولیت کو تسلیم کرتے ہوئے کہتا ہے۔ کہ تم یہ بتلاؤ۔ کہ تم ہندوؤں سے اپنے مطالبات کس طرح منوا سکتے ہو کیونکہ ان کے منوانے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک قوت دوسرے دلیل۔ سو قوت تمہارے پاس ہے نہیں۔ اور دلیل و خطابت و انشاء پردازی کو میدان سیاست میں پرکاہ کے برابر بھی وقعت نہیں۔ پھر ان سے اپنے مطالبات کی منوانے کی کیا صورت ہے لیکن ہم کہتے ہیں۔ کہ اگر ہم یہ ہی سوال الجمعیۃ سے انگریزوں کے مقابلہ میں کریں۔ اور کہیں کہ آخر تم انگریزوں سے اپنے مطالبات کس طرح منوا سکتے ہو۔ آیا قوت سے یا دلیل سے جب تمھیں ہندوؤں کے مقابلہ میں اپنی کمزوری تسلیم ہے۔ تو انگریزوں کے مقابلہ میں قوت کہاں سے آجاویگی۔ پس قوت تو نہ رہی۔ اب رہی دلیل سو اسکا میدان سیاست میں بیکار ہونا خود تمکو بھی تسلیم ہے۔ تو پھر تم انگریزوں کا مقابلہ کیوں کرتے ہو۔ ہو نہیں معلوم الجمعیۃ ہمکو کیا جواب دیگا۔ لیکن ہمیں الجمعیۃ کے جواب کی انتظار کی ضرورت نہیں اُس نے خود ہی اسی صفحہ میں حسرت موہانی کا رد کرتے ہوئے اس سوال کا جواب دیدیا ہے اور جواب بھی ایسا جس سے اس نے لاہوری لیگ کو بھی جواب سے سبکدوش کر دیا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے "مسلمان فطرۃً آزاد پیدا ہوا ہے۔ اسکو اللہ کے سوا کسی کی غلامی زیب نہیں دیتی۔ (لیکن مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ الجمعیۃ کا یہ استدلال ہی نہیں ہے

بلکہ یہ بھی ایک پروپگنڈے کے طور پر ہے) اور اسکو اللہ کے سوا کسی پر بھروسہ ہونا چاہئے
اوس کے دل میں ایمان باللہ اور غیر اللہ پر اعتماد دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ اس نے
ہر مسلمان کو دل سے اندیشہ نکالدینا چاہئے کہ کمیشن کا مقاطعہ مسلمانوں کو یا اسلام
کو کوئی نقصان پہنچائیگا۔ یا گورنمنٹ کی ناراضی اور ہندوؤں کی کثرت تعداد سے وہ
قوم تباہ ہوجائیگی۔ جو لاحول ولاقوۃ الا باللہ کی قائل ہے۔ اگر مسلمان حقیقۃً
اللہ پر بھروسہ رکھیں۔ اور اپنے دلوں میں ایمان پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہیں تو کوئی
گورنمنٹ اونہیں نہیں مٹا سکتی۔ اور کوئی کثرت تعداد انہیں مغلوب نہیں کر سکتی الخ۔
سو الجمعیۃ کے اس وعظ نے جس طرح ہمارے سوال کا جواب دیدیا۔ یوں ہی خود الجمعیۃ
کے سوال کا بھی جواب دیدیا۔ جو اس نے لاہوری مسلم لیگ سے بدیں الفاظ کیا ہے
کہ پھر ہمارے پاس کیا ذریعہ ہے۔ جس سے ہم ہندوؤں کسے اپنے ساتوں مطالبے جوں کے
توں منظور کرالیں۔ کیونکہ لاہوری مسلم لیگ بھی اسکے جواب میں اسی انشا پردازی سے کام
لے سکتی ہے جس سے خود الجمعیۃ نے حسرت موہانی کے مقابلہ میں کام لیا ہے۔ اور
وہ کہہ سکتی ہے۔ کہ اگر ہندو ہمارے جائز مطالبات کو تسلیم نہیں کرتے۔ اور ہمارے
ساتھ منصفانہ صلح پر آمادہ نہیں ہوتے۔ تو ہم جس طرح انگریزوں کو الٹی میٹم دیتے ہیں۔
یوں ہی ہندوؤں کو بھی الٹی میٹم دیتے ہیں۔ کیونکہ مسلمان فطرۃً آزاد پیدا ہوا ہے۔ وہ
خدا کی غلامی کے سوا کسی کی غلامی گوارا نہیں کر سکتا خواہ ہندو ہوں۔ یا کوئی اور۔ اور
الجمعیۃ کا ہندوؤں کے مقابلہ میں بزدلی دکھانا اس کی ایمانی کمزوری کی دلیل ہے۔ اور
اسکا ہندوؤں کے مقابلہ میں بجائے لاحول ولاقوۃ الا باللہ کے۔ لاحول ولاقوۃ
الا بالہنود کہنا۔ صراحۃً اسکے دعوی ایمان کے منافی ہے۔ بڑی غیرت کی بات ہے۔
کہ ہندو بت پرست ہوکر انگریزوں جیسی قوت سے نبرد آزما ہوں۔ اور مسلمان خدا پر ایمان
رکھتے ہوئے۔ بت پرستوں کے آگے ہتھیار ڈالدیں اور ان کو سرخط غلامی لکھدیں۔
لاہوری مسلم لیگ اس بزدلی کو ہرگز گوارا نہیں کر سکتی۔ کسقدر عجیب بات ہے۔ کہ الجمعیۃ
حسرت موہانی پر یہ طنز کرتا ہے۔ کہ انھوں نے بیس پچیس دن کے اندر اپنی رائے بدلدی۔

اور اس سے نتیجہ لگالتا ہے۔ کہ مسلمان ایسے متلون مزاج کی پیروی کرکے کسی فلاح کو نہیں پہنچ سکتے۔ لیکن وہ خود ایک ہی مضمون میں اور ایک ہی وقت میں دو متضاد خیالات کا اظہار کرتا ہے اور ایک طرف وہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ کا نعرہ لگاتا ہے۔ اور دوسری طرف وہ لاحول ولاقوۃ الا بالہنود پر ایمان کا اظہار کرتا ہے۔ اور اسکے ساتھ ہی اسکو یہی دعویٰ ہے۔ کہ مسلمان اسکی پیروی سے فلاح کو پہنچ سکتے ہیں۔ یہ وہ جواب ہے۔ جو لاہوری مسلم لیگ الجمعیۃ کو خود اسکے مسلمات سے دے سکتی ہے۔ جسکے جواب میں الجمعیۃ کو سوائے بغلیں جھانکینگے اور کوئی چارہ نہیں ہوسکتا۔ پھر الجمعیۃ خود مسلم لیگ کی طرف سے اپنے سوال کا جواب دیتا ہے اور کہتا ہے۔ کہ اگر تم یہ کہو۔ کہ ہمارے پاس اپنے مطالبات کے منوانے کی قوت گورنمنٹ سے تعاون اور اسکی خوشامد ہے۔ تو ہم کہیں گے۔ کہ اول تو خود ہندو تم سے اس بات میں بڑھے ہوئے ہیں۔ اور وہ ہندوؤں کا لحاظ بھی تمسے زیادہ کریگی۔ لیکن اگر بالفرض وہ ایسا نہ بھی کرے۔ تو کیا وہ تمہارے مطالبات کی عوض میں تمسے ہمیشہ غلامی کا پٹہ نہ لکھوائے گی۔ لیکن ہم کہتے ہیں۔ کہ جب آپ لوگ ہندوؤں کے مخلوط انتخاب کے مطالبہ کو منظور کرکے ان کے لئے ہمیشہ کی غلامی کا پٹہ لکھ رہے ہیں۔ تو آپ کو انگریزوں کو غلامی کا پٹہ لکھنے سے کیوں عار ہے۔ اگر تم آزاد ہو۔ تو نہ انگریزوں کے غلام بنو۔ نہ ہندوؤں کے۔ بلکہ صرف اپنے احکم الحاکمین کے غلام رہو۔ اور اسکے احکام کی تعمیل کرو۔ اور اگر تمکو غلامی ہی مرغوب ہے۔ تو پھر عقل کا مقتضا یہ ہے۔ کہ اپنے لئے بہتر آقا تجویز کرو۔ اور سمجھو۔ کہ جسقدر وسعت خیالی ہمارے ساتھ انگریز برت سکتے ہیں جسکا ثبوت انھوں نے ایک حد تک اپنی اس ممتد زمانہ حکومت میں دیا ہے۔ اسقدر وسعت خیالی ہمارے ساتھ ہندو ہرگز نہیں برت سکتے۔ چنانچہ ہنود اس غلامی کی حالت میں بھی ہمارے امور مذہبی مساجد نماز اذان قربانی وغیرہ معاملات میں مداخلت کرتے ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ وہ وحشیانہ سلوک کرتے ہیں۔ جن کو سنکر رونگٹا کھڑا ہوتا ہے لیکن برخلاف اسکے عیسائی باایںہمہ شوکت واقتدار مسلمانوں سے ان باتوں میں کوئی تعرض نہیں کرتے۔ ہم یہ مانتے ہیں۔ کہ انگریز یہ سب کچھ اسلام یا مسلمانوں کی محبت سے نہیں کرتے

بلکہ اُسکا منشا یا اُن کی آزاد خیالی ہے۔ یا اقتضائے سیاست۔ لیکن خواہ کچھ بھی ہو مسلمانوں کی متانت اور سنجیدگی سے نفع ضرور پہنچتا ہے۔ اور اس منفعت کا وہی شخص انکار کرسکتا ہے جس نے ارشاد خداوندی لا یجرمنکم شنآن قوم الی آخرہ سے آنکھ بند کرکے سراسر ہٹ دھرمی اور ناانصافی کی ٹھان لی ہے۔ بس یہ سخت نادانی ہے۔ کہ ایسے سنجیدہ آقاؤں کی غلامی سے بھاگ کر ہندو جیسے بدخو۔ بے رحم۔ آقاؤں کی غلامی کا طوق پہنا جاوے نیز اس حقیقت کا بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔ کہ آج کی تاریخ تک جیسے ہم انگریزوں کے غلام ہیں۔ یوں ہی ہندو بھی ہیں۔ اور جس طرح ہمیں آزادی کی ضرورت ہے یوں ہی ان کو بھی ہے۔ اور جس طرح ہم ان کے بغیر غلامی کی زنجیریں نہیں توڑ سکتے (جیسا کہ الجمعیۃ کا خیال ہے) یوں ہی وہ بھی ہمارے بغیر ایسا نہیں کرسکتے۔ مگر باوجود اسکے بھی وہ ہمارے ساتھ مساویانہ سلوک نہیں کرتے۔ بلکہ ہمکو اپنا غلام رکھنا چاہتے ہیں تو ہمکو کیونکر اطمینان ہو۔ کہ وہ آزاد ہوکر ہمارے ساتھ مراعات کا برتاؤ کریں گے۔ اسکا جواب یہ دیا جاتا ہے۔ کہ اگر وہ آزادی کے بعد ہمارے ساتھ مراعات کا برتاؤ نہ کرینگے۔ تو ہم ان سے نبٹ لیں گے پہلے ہمیں انگریزوں کے پھندے سے تو چھوٹ جانے دو۔ لیکن جو شخص ہندوؤں کی پالیسی سے واقف ہے، وہ جانتا ہے۔ کہ ہندوؤں کا اصلی منشا یہ ہے۔ کہ مسلمانوں کی شرکت میں آزادی حاصل کرنا خطرناک ہے، اس لیے سب سے پہلے مسلمانوں سے نبٹ لینا چاہیے اور اس کے لئے اُنھوں نے چند طریقے اختیار کئے ہیں۔ ایک یہ کہ مسلمانوں کو مرتد کرکے اپنے میں ملا لینا چاہیے۔ دوسرا یہ کہ انکو گورنمنٹ سے لڑا کر گورنمنٹ کی ہمدردی کو ان سے منقطع کردینا چاہیے۔ تاکہ یہ چکی کے دو پاٹوں میں آکر پس جائیں۔ پس جسوقت مسلمان تباہ ہوجائیں۔ اُسوقت انگریزوں سے متحدہ قومیت کے ساتھ سوراج کا مطالبہ کرنا چاہیے۔ یہ اسکیم ہے ہندوؤں کی اور اس پر وہ ایک عرصہ سے عمل درآمد کررہے ہیں۔ چنانچہ شدھی کا سلسلہ بھی برابر جاری ہے۔ اور انگریزوں سے لڑانے کا بھی مشاہدہ ہوچکا ہے چنانچہ ایک مرتبہ وہ ترک موالات کے زمانہ میں لڑوا چکے ہیں۔ اور اس سے وہ بہت کچھ فائدہ بھی اٹھا چکے ہیں پھر ہمکو کیونکر اطمینان ہو کہ اسوقت وہ ہمیں مقاطعہ سائمن کمیشن کے طرف مائل کرکے۔ ہمارے

اور انگریزوں کے تعلقات کو مزید کشیدہ نہیں کرنا چاہتے۔ اور وہ درحقیقت مشترکہ آزادی کے طالب نہیں۔ پھر اسکا۔ اب لالہ لاجپت رائے اپنے سابق اتحاد کے زمانہ کی ایک تقریر میں دے چکے ہیں جسکا حاصل یہ ہے۔ کہ اگر آزادی کے بعد مسلمان ہمارے مقابلہ پر کمربستہ ہوئے تو ہم جانتے ہیں کہ ہم اپنی آزادی کو بطور خود یا گورنمنٹ کی مدد سے کیونکر قائم رکھہ سکتے ہیں پس جبکہ آپ کے بنٹ لینے کا توڑ اونھوں نے پہلے ہی سوچ لیا ہے۔ تو پھر آپ کیونکر بٹ لیں گے۔ اس جگہ ممکن ہے۔ کہ ہماری جانب بدظنی یا انگریزوں کی حمایت کی نسبت کیجاوے لیکن اظہار حق ہمیں ان بیہودہ اور بے اصل باتوں کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیتا۔ اگر کسی قوم کی بابت سالہا سال کا تجربہ اسکے کسی طرز عمل کی بابت رائے قائم کرنے کو بدظنی کہلا سکتا ہے تو ہم اقرار کرتے ہیں۔ کہ واقعی ہمکو ہندوؤں کے ساتھ بدظنی ہے۔ لیکن ہمارے مخالف بھی اس بدظنی سے مستثنے نہیں۔ کیونکہ وہ انگریزوں کی نسبت بعینہ ایسے ہی بدظنی رکھتے ہیں اسی طرح اگر واقعات کی بنا پر انگریزوں کے متعلق کوئی رائے قائم کرنا ہی حمایت کہلانیکا مستحق ہے۔ تو ہم بخوشی تسلیم کرتے ہیں کہ ہم انگریزوں کی بیجا حمایت کر رہے ہیں۔ الغرض خواہ تم اسے مسلمانوں کی خیرخواہی کہو۔ یا بدخواہی۔ ہمارے جو کچھ خیالات تھے۔ وہ ہمنے تمہارے سامنے رکھہ دئے۔ اب آئندہ۔ تم جانو۔ اور تمہاری قسمت۔ ہمارے خیال میں مسلمانوں کے اعلیٰ مطمح نظر سے انگریزی حکومت ہندو جمہوریت تو درکنار ان نام نہاد اسلامی جمہوریتوں سے بھی بہتر ہے۔ جو خدا کے قانون کو اپنی حکومت سے بزور شمشیر مٹاتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو یورپین بننے پر مجبور کرتے ہیں۔ اور مذہبی پیشواؤں کو مذہبی دیوانے بتا کر سزائیں دیجاتی ہیں اور ان کو مجبور کیا جاتا ہے۔ کہ وہ اس ملحد حکومت کے خیال کے خلاف ایک حرف زبان سے نہ نکالیں۔ اور خدا کا حکم لوگوں تک پہنچائیں۔ کیونکہ اس سلطنت میں یہ جبر و استبداد نہیں ہے جو اس جمہوری سلطنت میں ہے۔ پس نہایت مبارک ہے۔ وہ استبداد جو خدا کو علی الاعلان اعلان جنگ نہیں دیتا۔ اور اسکے قانون کو اپنی حکومت سے بزور شمشیر نہیں مٹاتا۔ اور سخت ملعون ہے۔ وہ جمہوریت جو خدا کو اس طرح اعلان جنگ دے۔ اور خدا کے قانون کو اپنی قلمرو سے بزور شمشیر مٹائے۔ پس جب تک ہمیں یہ اطمینان نہ ہو۔ کہ ہندوستان سے انگریزوں

کے جانے کے بعد خدا کے دین کو صدمہ نہ پہنچے گا۔ اسوقت تک ہم انگریزوں کی سلطنت کو غنیمت سمجھتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو اسی کا مشورہ دیتے ہیں۔ کہ وہ آزادی کی جدوجہد میں اسلام اور مسلمانوں کو تباہ نہ کریں۔ دیکھو مکہ میں قومی حکومت تھی۔ لیکن جب اس قومی حکومت سے دین الٰہی کو خطرہ ہوا۔ تو مسلمانوں نے حبشہ میں ایک اجنبی حکومت کی پناہ لی تھی۔ پس جسوقت کہ واقعات ہمیں بتا رہے ہیں کہ قومی حکومتیں اسلام کے حق میں زیادہ خطرناک ہیں۔ تو ہم اس خطرہ سے بچنے کے لئے اجنبی حکومت کی پناہ کو ضروری سمجھتے ہیں۔ اس حکومت میں ہم خود حکومت کے مذہب کا رد کرتے ہیں۔ اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے ہیں۔ خود احکام مذہب کی پابندی کرتے ہیں۔ لیکن حکومت کی تلوار ہمکو ان باتوں سے نہیں روکتی۔ اور جب ہم اپنی قومی حکومتوں کو دیکھتے ہیں۔ تو ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو کام ہم یہاں کرتے ہیں۔ وہ وہاں قانوناً جرم ہیں۔ اور اس جرم میں ہزاروں علماء کی گردنیں اڑا دی گئیں۔ علیٰ ہذا جب ہم اپنے قوم پرست لیڈروں اور سیاسی علماء کی تقریریں سنتے۔ اور تحریریں دیکھتے ہیں۔ تو ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ لوگ بھی اسلام کے مٹانے کیلئے صرف اسکے منتظر ہیں۔ کہ ان کے ہاتھ میں تلوار آجائے۔ اور اس بیکسی کی حالت میں بھی جو کچھ ان سے اسلام کے مٹانے کے لئے ہو سکتا ہے۔ اُس میں کمی نہیں کرتے۔ چنانچہ وہ خدا کے قانوں کو بذریعہ تحریف کے بدلتے ہیں۔ جبریہ تعلیم کا نفاذ کر کے قرآن کی تعلیم کو جرم قرار دیتے ہیں۔ علماء اسلام سے مسلمانوں کو بدگمان کر کے دین الٰہی کی تعلیم کو روکتے ہیں۔ حریت کے گیت گا کر مسلمانوں کے خیالات خراب کرتے ہیں۔ ترقی و تمدن کو سراہ کر مسلمانوں کو آخرت سے غافل کرتے ہیں۔ قومیت اور وطن پرستی کی جڑ لوگوں کے دلوں میں قائم کر کے خدا پرستی کو مٹاتے ہیں۔ لوگوں کو بتلاتے ہیں کہ علماء اسلام کا نقشہ جو تمھارے سامنے پیش کرتے ہیں۔ وہ غلط ہے۔ اور جو نقشہ ہم تمہیں دکھلاتے ہیں۔ وہ صحیح ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ قوم پرستی اور وطن پرستی کا بانی بتلاتے ہیں۔ حالانکہ وہ محض دنیا میں اس لئے تشریف لائے تھے کہ دنیا سے تمام پرستشیں مٹا کر صرف خدا کی پرستش سکھائیں۔ اور بتلائیں۔ کہ اس عالم کے سوا ایک عالم اور بھی ہے

جو اس سے بدرجہا بہتر ہے۔ پس تم اس عالم میں جی نہ لگاؤ۔ اور اسپر فریفتہ نہ ہو۔ بلکہ اُس عالم کے طالب بنو۔ مساجد کو پریٹ کا میدان بنایا جاتا ہے۔ نمازوں کو فوجی قواعد۔ زکوۃ کو قومی کاموں میں خرچ کرنے کی عادت ڈالنا روزہ کو جمہوریت کی تحصیل میں جدوجہد میں مشقت برداشت کرنے کی عادت ڈالنا۔ حج کو آل ورلڈ مسلم کانفرنس۔ غرض کہ تمام احکام اسلام کا یوں ہی خاکہ اڑایا جاتا ہے۔ اور خدا کے احکام کی اس طرح درگت بنائی جاتی ہے۔ اور یہ ان رہنمایان ملت کا خدا کے دین کے ساتھ وہ سلوک ہے۔ جو کبھی کفار نے بھی نہیں کیا۔ پس اے مسلمانوں اگر تمہارے نزدیک واقعی خدا کا دین یہ ہی ہے۔ جو تمہارے لیڈر بتا رہے ہیں۔ تو تم اسکی حمایت کرو۔ انشاء اللہ اس کا نتیجہ تمکو دنیا اور آخرت دونوں جگہ مل جاویگا۔ اور اگر یہ دین نہیں ہے۔ اور دین وہ ہی ہے۔ جو تمہارے مذہبی علماء بتاتے ہیں۔ تو تم اپنے دین کو سنبھالو۔ اور سیاسی علماء۔ اور سیاسی لیڈروں کے باتو میں اگر اسے ہاتھ سے نہ دو۔ غرض جو کچھ کرو۔ سوچ سمجھ کر کرو۔ اور اسکے نتیجہ کے لئے تیار رہو۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ابتداء عہد میں صرف دوسرے مذاہب والے اسکے دشمن تھے۔ اور آج صرف دوسری قومیں ہی اسکی دشمن نہیں۔ بلکہ اسکے نام لیوا ان سے زیادہ اسکے دشمن ہیں۔ اگر تمھیں آزادی مطلوب ہے۔ تو اُس کا یہ طریقہ نہیں ہے، جو تمہارے لیڈر تمہیں بتلاتے ہیں۔ کہ کانگریس کو مضبوط کرو۔ ہندوؤں کے غلام بنو۔ وطن پرستی اور قوم پرستی اختیار کرو۔ اور آزادی کی راہ میں اپنا دین اور دنیا سب کچھ لٹا دو۔ عورتوں کو پردہ سے نکالو۔ انہیں اسکولوں اور کالجوں میں بھیجو۔ قومی جلسوں میں شریک کرو۔ ان کا اجنبیوں سے تعارف کراؤ۔ بچوں کو قرآن سے روکو۔ اور انہیں اسکولوں میں بھیجو جبریہ تعلیم کی حمایت کرو۔ غرض سر سے پاؤں تک یوروپین بنجاؤ۔ بلکہ اسکا صحیح طریقہ یہ ہے، کہ خدا کے قانون کو صحیح طور پر سمجھو۔ اُسپر صحیح طور پر عمل کرو۔ اپنی تمام خواہشات کو خدا کی رضا میں فنا کر دو۔ وہ خود تمکو آزاد کرا دے گا۔ چنانچہ خود خدا کا ارشاد ہے۔

وعد اللہ الذین امنوا وعملوا الصلحت منکم لیستخلفنھم فی الارض۔ لیکن اگر تم اسی روش پر چلتے رہے اور خدا کی مخالفت پر اڑے رہے۔ تو اول تو آزادی کے

حاصل ہونے کی توقع نہیں۔ اور اگر آزادی حاصل بھی ہوئی۔ تو وہ آزادی ایسی ہی ہوگی۔ جیسے کسی کو پھانسی کے لئے قید خانہ سے نکالا جاوے۔ اب تم سوچ لو۔ کیا تم ایسی آزادی چاہتے ہو۔ اگر تم یہی آزادی چاہتے ہو۔ تو تمہیں اختیار ہے۔ لیکن اتنا سمجھ لو کہ ہندوؤں نے مخلوط انتخاب کا مطالبہ نہایت زبردست چال کی بنا پر کیا ہے جس سے ہمیں اُن کی نیک نیتی پر اعتماد نہیں رہتا۔ اگر ہندو درحقیقت کسی منصفانہ مفاہمت پر آمادہ ہوں۔ تو ان کو اس بیجا ضد سے دست بردار ہو جانا چاہیئے۔ گو ہمیں جداگانہ انتخاب میں بھی کسی خاص بہبودی کی توقع نہیں۔ کیونکہ انتخاب میں جو لوگ آئیں گے۔ وہ وہی ہوں گے۔ جو اسمبلی وغیرہ میں منتخب ہوتے ہیں۔ یا وہ لیڈر ہوں گے۔ جن کو اسلام سے کوئی سروکار نہیں۔ اور اس لئے وہ اسلام کے لئے کسی درجہ میں بھی مفید ثابت نہیں ہوتے لیکن یہ غلطی خود مسلمانوں کی ہے۔ اور اسکے ذمہ دار خود مسلمان ہیں۔ نیز مقاطعہ کمیشن بھی کسی معقول وجہ پر مبنی نہیں۔ اس لئے اسکو بھی ترک کرنا چاہیئے۔ اور ہندو مسلمانوں کو متفقہ طور پر ایک ایسا منصفانہ دستور اساسی تیار کرکے جسمیں دونوں قوموں کے حقوق کی کافی رعایت ہو پیش کرنا چاہیئے

اطلاع

ہمارا ایک بسیط مضمون اخبار مشرق گورکھپور مورخہ ۳۱ مئی ۱۹۲۸ء میں بعنوان "حفاظت اسلام" شائع ہوا ہے جو کہ نہایت اہم ہے۔ اس میں سوراج اور ہندو مسلم اتحاد اور دیگر مسائل پر نہایت جامعیت کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔ ایسی حالت میں ہر طالب حق اور دیندار مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس مضمون کو دیکھے۔ اور موجودہ لیڈران اور سیاسی علماء کی مذہبی اور سیاسی غلطیوں پر مطلع ہو کر اپنے کو دنیا و آخرت کے خطرہ سے بچائے۔

ایک اپنے انداز میں نرالی تفسیر جو کہ عوام و خواص ہر دو طبقہ کے لئے مفید ہے

یعنی

تفسیر حل القرآن

چونکہ قرآن کلام الٰہی اور معجز ہے۔ اس لئے یہ تو کسی کی کیا طاقت ہے۔ کہ اس جیسا کلام بنا سکے انسان میں تو یہ طاقت بھی نہیں کہ اسکو کما حقہ سمجھ بھی سکے۔ اسی وجہ سے بہت سے لوگ باوجود اپنی اعلیٰ قابلیتوں کے اس متسق اور منتظم کلام کے اجزاء کے باہمی ارتباط کے سمجھنے سے قاصر رہے جس کا ایک اثر تو یہ ہوا کہ ہمارے زمانے کے کفار نے اس پر یہ طعن کیا۔ کہ وہ ایک بے جوڑ کلام ہے۔ اور اس لئے خدا کا کلام نہیں ہو سکتا۔ اور دوسرا اثر یہ ہوا۔ کہ شیعوں نے اس کو اپنے عقیدہ تحریف قرآن کے لئے سند بنایا۔ اور کہا کہ قرآن کی تحریف کی یہ دلیل ہے کہ اس کی آیات میں باہمی ربط نہیں۔ اور تیسرا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے بعض آیات قرآنی کے ایسے معنی کئے جو کہ سیاق و سباق قرآن کے خلاف ہیں۔ اس وجہ سے ایک ایسی تفسیر کی ضرورت تھی جس میں مطالب قرآنیہ کی ایسے انداز سے تقریر کی جاوے جس سے آیات قرآنیہ کا ربط خود بخود ظاہر ہوتا چلا جائے۔ اور تمام دنیا کو معلوم ہو جائے کہ قرآن فی الحقیقت خدا کا کلام ہے۔ اور متسق و منتظم ہے۔ اور کسی آدمی کا بنایا ہوا۔ اور بے جوڑ کلام نہیں ہے نیز وہ اپنی اسی ترتیب پر ہے جیسی کہ وہ لوح محفوظ میں تھا اور ہرگز محرف نہیں ہے ان اہم امور کا لحاظ کر کے ہم نے تفسیر حل القرآن لکھی جو کہ اس مقصد کو اس خوبی سے پورا کرتی ہے کہ ہمارے علم میں کوئی اردو یا عربی تفسیر اس کو اس سے بہتر طریقہ سے انجام نہیں دیتی۔ تفسیر کا انداز یہ ہے۔ کہ ایک کالم میں قرآن شریف ہے اور اس کے مقابل دوسرے کالم میں تفسیر عام فہم اردو زبان میں اگر آپ اردو کالم کو اول سورۃ سے لیکر آخر سورۃ پڑھ جائیں تو آپ کو ایسا معلوم ہوگا۔ جیسے ایک خوش بیان واعظ مسلسل طور پر وعظ کہہ رہا ہے۔ جس کا سلسلہ نہیں ٹوٹتا نیز اس میں معانی قرآنیہ کی تحقیق میں نہایت غور و خوض سے کام لیا گیا ہے چنانچہ جس قدر تفسیر لکھی جاتی تھی۔ اس قدر کو حضرت مجدد الملۃ والدین حکیم الامۃ مولانا اشرف علی صاحب عم فیضہم و دام ظلہم کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے جس کو حضرت والا نہایت غور سے حرفاً حرفاً بنظر اصلاح ملاحظہ فرماتے اور مفید مشوروں سے برابر مدد فرماتے تھے۔ ان باتوں کے علاوہ اس میں اور بہت سی مفید

باتیں ہیں جنکو بخوف طوالت بیان نہیں کیا جاتا۔ اہل انصاف اور ذی فہم ناظرین اسکے مطالعہ سے خود معلوم کر سکتے ہیں لیکن اس کا افسوس ہے۔ کہ یہہ بیش بہا خزانہ۔ بوجہ سرمایہ نہونے کے ابھی کل طبع نہیں ہو سکا۔ بلکہ ابھی صرف اس کی جلد اوّل تیار ہوئی ہے جو کہ سورہ بقر کی تفسیر ہے اور اسکے شروع میں ایک مقدمہ ہے۔ جس میں بعض اہم مضامین درج ہیں جنکی آجکل مسلمانوں کو سخت ضرورت ہے۔ اور قیمت صرف ایک روپیہ ہے۔ اگر مسلمان اس کو جلد خرید کر ہمکو دوسری جلد کی اشاعت کا موقع دیں تو بہتر ہے ورنہ ہم اپنے فرض سے سبکدوش ہو چکے اب انکو اختیار ہے کہ وہ اپنے فرض کو پہچانیں یا نہ پہچانیں۔ مسلمانوں کی ذراسی توجہ سے یہ کام پورا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اگر اس سلسلہ کے چار سو خریدار مستقل ہو جائیں تو تمام تفسیر آسانی سے طبع ہو سکتی ہے اور کسی سے پیشگی قیمت کا مطالبہ نہیں کیا جاتا بلکہ جو جلد چھپتی جائیگی وہ ان کی خدمت میں بذریعہ وی۔ پی روانہ ہوتی رہیگی ہم خوب جانتے ہیں۔ کہ مسلمان دینی کاموں میں خرچ کرنے سے ہرگز دریغ نہیں کرتے۔ مگر ہم اسکے ساتھ یہ بھی کہیں گے کہ وہ موقع اور محل کو دیکھکر خرچ نہیں کرتے۔ چنانچہ قادیانیوں نے تبلیغ کے نام سے مسلمانوں سے لاکھوں روپیہ وصول کر لیا۔ اور اس کو بجائے اسلام کے قادیانیت کی اشاعت میں صرف کیا۔ اسی طرح لیڈروں نے لاکھوں روپیہ مسلمانوں سے وصول کیا۔ اور تحریک اسلام اور پنڈالوں کی آرائشگی اور پھولوں کے ہاروں اور اسی قسم کے دوسرے فضول اخراجات میں صرف کیا۔ اور اسی قسم کے دوسرے بہت سے لایعنی مصرف ہیں جنمیں مسلمانوں کا روپیہ برباد ہو رہا ہے۔ پس مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ موقع محل دیکھ لیا کریں۔ تاکہ بجائے نفع کے اُن کو نقصان نہ پہونچے۔ غیر جو صاحب حل القرآن جلد اوّل خریدنا چاہیں۔ یا اپنا نام اس سلسلہ کے خریداروں میں لکھانا چاہیں وہ پتہ ذیل پر درخواست روانہ فرمائیں۔ مولوی شبیر علی صاحب مالک اشرف المطابع تھانہ بھون۔ ضلع مظفر نگر۔ یا حافظ محمد عثمان صاحب تاجر کتب دریبہ کلاں دھلی۔ یا منشی لئیق احمد صاحب کیرانہ ضلع مظفر نگر بازار جامع مسجد۔ یہہ چند پتہ اسواسطے لکھدیے ہیں کہ جن صاحب کو جہاں سے منگانے میں سہولیت ہو وہاں سے منگالیں ؂۔

الملتمس حبیب احمد کیرانوی مؤلف تفسیر حل القرآن

(نوٹ) حضرت مولانا نے تفسیر مذکور پر تقریظ بھی تحریر فرمائی ہے جبکا ضروری حصہ مستقل اشتہار میں درج ہے ہم اسکو اسجگہ بوجہ عدم گنجائش کے درج نہیں کر سکے۔ نیز حضرت مولانا نے جلد اول کی طبع میں سوا سو روپیہ سے امداد بھی فرمائی ہے ؂۔

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ

عورتوں کے ساتھ شرعی تعلیم کے موافق رہو

اس آیت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ شریعت اسلامی میں عورتوں کے ساتھ رہنے کے لئے بھی کچھ تعلیمات ہیں، اُن تعلیمات سے کچھ عورتوں کے حقوق ثابت ہوں گے اور آیت میں خطاب مردوں کو ہے تو حقوق نسواں کا تحفظ مردوں کے ذمہ ہوا

بنا بریں عورتوں کے بعض حقوق کے متعلق بعض ہمدردانِ قوم اور ممبرانِ کونسل نے (یہ)

عُلماءِ ہند کا متفقہ فتویٰ

شائع کیا ہے

جس پر اکابر علماء اسلام کی قریب ڈیڑھ سو کے مہریں اور تصدیقیں ہیں، اور صدر جمعیۃ العلماء ہند کی زوردار تصدیق اور مہر بھی ہے اور علماء ہند میں سے کسی کو اس سے اختلاف نہیں۔ اسمیں گورنمنٹ عالیہ برطانیہ سے درخواست کی گئی ہے کہ اُن حقوق کا تحفظ حسب فتویٰ فرمادے اور ہزاروں بلاؤں سے جس میں مسلم خواتین مبتلا ہیں نجات دے

باہتمام حکیم خورشید حسن خورشید پرنٹر

درالخلیل مشین پریس میرٹھ طبع شد

نومبر سنہ ۱۹۲۸ء

ممبران کونسل خاص طور سے توجہ فرمادیں اور قومی ہمدردی کا ثبوت دیں اور

ایڈیٹران اخبار اپنے اخباروں میں اس کو درج فرمادیں اور ثواب دارین حاصل کریں

وتعاونوا علی البرّ والتقویٰ

(بھلائی اور پرہیزگاری کے بارہ میں سب ایک دوسرے کے مددگار ہو)

آجکل ہر چہار طرف تحفظِ حقوق کا غُل مچا ہوا ہے۔ اسکو دیکھتے ہوئے بعض سچے ہمدردانِ قوم نے مسلم عورات کے دینی حقوق کے تحفظ کی ہمت کی اور علمائسے ایک فتویٰ حاصل کیا جو درج کتاب ہٰذا ہے اِس میں ثابت کیا گیا ہے کہ طلاق و نکاح و نسب کے بہت سے مسائل ایسے ہیں جن میں مُسلم عورات کے فیصلے مسلم حکام کے محتاج ہیں، بعد ودے چند کو بطور نمونہ اِس فتوے میں ظاہر کیا گیا ہے۔ اُن میں غیر مسلم حکام کے فیصلے مسلم جماعت کے لئے غیر نافذ اور ناقابل عمل ہیں لہذا گورنمنٹ سے احتجاج کیا گیا ہے کہ ایسے مقدمات کے فیصل کرنے کیلئے مسلم حکام مقرر فرماوے جیساکہ ۵۷ء سے قبل گورنمنٹ کا طرزِ عمل تھا اور جیساکہ خود گورنمنٹ نے بمقام سیلون اسکو منظور فرمالیا ہے۔ اِس احتجاج کے واسطے سب سے پہلے اب سے چند سال قبل عالیجناب آنریبل حاجی وجیہہ الدین صاحب آمادہ ہوئے اور آپنے اِس کے لئے باقاعدہ کاغذات اور علماء کی تصدیقیں اور لوکل گورنمنٹوں کی تائیدیں سب سامان مہیا فرمالیا۔ مگر مسلم جماعت کی بدقسمتی کہ ممدوح کا زمانہ آنریبلی ختم ہوگیا اور زمانہ دگرگوں آئین نہاد کا ظہور ہوا اور سب کام پر مٹی پڑ گئی۔ اب دوبارہ اسکے لئے عالیجناب حاجی حافظ محمد جمشید علیخاں صاحب ایم۔ ایل۔ سی نواب باغپت دام اقبالہ نے ہمت فرمائی ہے۔ حاجی وجیہہ الدین صاحب ممدوح نے کل کاغذات نواب صاحب کے حوالہ فرمادئے اور نہایت اخلاص کے ساتھ اس کی تائید میں کمر بستہ ہیں۔

ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ یہ کام ایک شخص کے کرنے کا نہیں ہے فتوے کو پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ یہ کام کس قدر ضروری ہے اور ہر مسلمان پر اس کی اعانت واجب ہے درمے قدمے جس قسم کی اعانت جس سے ہو سکے اُس کو بموجب آیت مندرجہ سرنامہ ضروری سمجھیں۔ اہلِ قلم اخباروں میں اس کا اعلان کافی طور پر کریں۔ اور واعظ صاحبان اس کی ضرورت عامہ مسلمین کو تقریر سے سمجھادیں اور اہل خیر مالی امداد دیں۔ اور ممبران کونسل سے ہم بالخصوص التماس کرتے ہیں کہ اس میں نواب صاحب کا ہاتھ بٹادیں۔ وما علینا الا البلاغ۔

نوٹ۔ خط کتابت اور ارسال چندہ بنام حاجی عزیز الرحمن صاحب رئیس قصبہ ایچولی ضلع میرٹھ۔ یا بنام خادم قوم حکیم محمد مصطفےٰ مالک دارالشفاء مصطفائی میرٹھ محلہ کرم علی مکان نمبر (۹) ہونا چاہئے +

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آجکل بعض مسلمان ممبران کونسل گورنمنٹ سے یہ درخواست کرنے والے ہیں کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے لئے منصب قضا قایم کردیا جائے اسکے متعلق چند امور دریافت طلب ہیں:۔

(۱) کیا شرعًا مسلمانوں کے لئے نصب قاضی ضروری ہے۔

(۲) قاضی کی تعریف کیا ہے اور کون شخص قاضی بن سکتا ہے۔

(۳) کن کن معاملات میں قاضی کی ضرورت ہے۔

(۴) جن معاملات میں قاضی کی ضرورت ہے اُن میں حاکم غیر مسلم کا فیصلہ معتبر ہے یا نہیں۔

(۵) اگر کسی جگہ کے مسلمان بطور خود اتفاق کر کے فسخ نکاح وغیرہ کے لئے کسی کو قاضی بنالیں تو وہ قاضی شرعی ہوگا یا نہیں اور اسکے فیصلے ان معاملات میں جن میں قاضی کی ضرورت ہے معتبر ہوں گے یا نہیں۔

(۶) اگر گورنمنٹ اپنی طرف سے ہندوستان میں کسی مسلمان کو فسخ نکاح وغیرہ کے لئے قاضی بنادے تو وہ قاضی شرعی ہو سکتا ہی یا نہیں اور اسکے فیصلے فسخ نکاح وغیرہ میں معتبر ہونگے یا نہیں

(۷) مسلم ممبران کونسل جو درخواست نصب قاضی کے متعلق کونسل میں پیش کرنے والے ہیں اس میں عامہ مسلمین کو ان کے ساتھ اتفاق کرنا چاہیئے یا نہیں اور اس معاملہ میں ہم کو کوشش کرنا چاہیئے یا نہیں۔ سائل .... (حاجی) عزیز الرحمن صاحب (رئیس) قصبہ اینچولی (میرٹھ)

الجواب

(۱) قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم کا قایم کرنا مسلمانوں کے ذمہ فرض ہی جہاں قدرت ہو جیسے دار الاسلام اور جہاں قدرت نہ ہو جیسے ہندوستان تو وہاں حکومت سے اسکے متعلق درخواست کرنا ضروری ہی۔

(۱) قال فی البدائع فنصب القاضی فرض لانہ ینصب لاقامة مفروض وهو القضاء قال الله سبحانہ وتعالی لنبینا المکرم علیہ افضل الصلوٰة والسلام فاحکم بینهم بما انزل الله والقضاء هو الحکم بین الناس بالحق والحکم بما انزل الله عز وجل فکان نصب القاضی لاقامة الفرض فکان فرضا ضرورة وقد سماه محمد فریضة محکمة لانہ لا یحتمل الانتساخ والله تعالیٰ اعلم اھ ملخصا (ص۲ ج۷)

(۲) فی العالمگیریہ والقضاء فی الشرع قول ملزم یصدر عن ولایة عامة کذا فی خزانة المفتین ولا تصح ولایة القاضی حتی یجتمع فی المولی شرائط الشهادة کذا فی الهدایة من الاسلام والتکلیف والحریة وکونه غیر اعمی ولا محدودا فی القذف ولا اصم ولا اخرس واما الاطرش الذی یسمع القوی من الاصوات فالاصح جواز تولیته کذا فی النهر اھ (ص۱۶۰ ج۴) وفی الدر المختار القضاء شرعا فصل الخصومات وقطع المنازعات وارکانه ستة حکم ومحکوم به وله و محکوم علیه وحاکم وطریق و اهله اهل الشهادة والفاسق اهلها فیکون اهله لکنه لا یقلد وجوبا ویاثم مقلده کقابل شهادته به یفتی اھ (ص۲۶۴ ج۴)

بدائع میں بیان کیا ہے کہ قاضی کا مقرر کرنا فرض ہے اسلئے کہ قاضی ایک فرض امر (یعنی) قضا کیلئے مقرر کیا جاتا ہے حق تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا کہ لوگوں میں ان احکام سے فیصلہ کیجئے جو خدا تعالیٰ نے نازل فرمائے اور قضا لوگوں میں حق بات اور ما انزل اللہ کا امر کرنا ہے پس قاضی کا مقرر کرنا بغرض اقامت فرض ہے اسلئے فرض ہے اور (امام) محمدؒ نے تو نصب قاضی کو فرض محکم فرمایا ہے جو نسخ کو بھی محتمل نہیں کیونکہ ان احکام سے ہے جنکا ضروری ہونا عقل سے بھی معلوم ہوا اور احکام عقلیہ محتمل نسخ ہوتے نہیں۔ (۲) عالمگیری میں ہے۔ شریعت میں قضاء ایک ایسا قول ملزم ہے جو صادر ہوتا ہے (ایسے شخص سے جسکو) ولایت عامہ ہو اسی طرح خزانة المفتین میں ہے اور قاضی کی ولایت اسوقت تک صحیح نہ ہوگی تاوقتیکہ اسمیں شہادة کے شرائط نہ موجود ہوں اسی طرح ہدایہ میں ہے، اسلام[۱] مکلف ہونا[۲] آزاد ہونا[۳] نابینا نہ ہونا[۴] تہمت زنا میں سزا یافتہ نہ ہونا[۵] اور گونگا بہرا نہ ہونا[۶] لیکن وہ بہرا جو زور کی آوازوں کو سن سکتا ہو اصح مذہب ہے کہ اسکی تولیت جائز ہے کذا فی النهر (صفحہ ۱۶۰ ج۴) اور درمختار میں ہے قضا شرع میں خصومات و منازعات کے طے کرنے اور فیصلہ کرنے کا نام ہے اور اسکے چھ ارکان ہیں حکم[۱] اور محکوم به[۲] اور محکوم له[۳] (یعنی مدعی) اور محکوم علیه[۴] یعنی مدعا علیہ) اور حاکم[۵] اور قضا کا طریق[۶] اور قضا کے اہل۔ اہل شہادت ہیں اور فاسق شہادت کا اہل ہے تو قضا کا بھی اہل ہوگا (یعنی اگر قاضی بنا دیا جاوے تو اسکا حکم نافذ ہو جاویگا) لیکن واجب ہے کہ فاسق کو قاضی نہ بنایا جاوے اور بنانے والا گنہگار ہوگا جیسے فاسق کی شہادت قبول کرنے والا۔

اِس سے معلوم ہوا کہ قاضی یعنی حاکم مسلم کے لئے صاحب حکومت ہونا رکن قضا ہی کہ جس مقام پر وہ قضا کرتا ہے وہاں پر اس کی ولایت اور حکومت عام ہو (گو کسی خاص فرقہ ہی پر ہو) اور گو خاص خاص معاملات میں ہی ہوا۔

قال فی رد المحتار ثم القاضی تتقید ولایتہ بالزمان والمکان والحوادث اھ (ص۴۶۲ ج ۴)

رد محتار میں لکھا کہ قاضی کی ولایت زمان ومکان وحوادث کے ساتھ مقید ہوتی ہی

غیر صاحب حکومت قاضی نہو گا اور صحت قضا کے لئے قاضی میں ان اوصاف کا ہونا ضروری ہے۔ مسلمان ہو۔ کافر نہو عاقل بالغ ہو، آزاد ہو غلام نہ ہو سوانکھا ہو اندھا نہ ہو محدود فی القذف نہ ہو اور بہرا گونگا نہ ہو باقی اونچا سنتا ہو تو اس کا مضائقہ نہیں اور ضروری ہی کہ قاضی عالم بھی ہو اگر مسلمان کو جو جاہل ہے قاضی بنادیا جائے اور وہ مقدمات میں علماء سے استفتاء کر کے فیصلہ کردے یہ بھی ممکن ہی مگر بہتر نہیں کیونکہ علما کے جواب کو بخوبی سمجھنے میں جاہل سے کوتاہی ہوگی اور غلطی کریگا۔ اور عالم کے ہوتے ہوئے جاہل کو قاضی بنا لینے سے مسلمان گناہگار ہوں گے جبکہ حکومت کی طرف سے ان کو انتخاب کا حق دیا جاوے اور اگر فاسق کو قاضی بنادیا جائے تو وہ بھی قاضی ہوجاویگا مگر فاسق کو قاضی بنانا جائز نہیں اور فاسق وہ ہے جو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو اور توبہ نہ کرے یا صغیرہ پر اصرار کرتا ہو، باقی جن مسائل میں قضاء قاضی یعنی حاکم مسلم کا ہونا شرط ہی جن کا ذکر آتا ہے ایسے مسائل میں حاکم کافر کا فیصلہ ہرگز کافی نہیں حاکم کافر کے فیصلہ سے نہ نکاح فسخ ہوسکتا ہی نہ طلاق واقع ہوسکتی ہی نہ ثبوت نسب ہوسکتا ہی نہ مفقود کو میّت کہا جاسکتا ہے۔ وغیر ذلک۔

(۳) وہ شریعت محمدیہ اور ملت اسلامیہ میں بعض معاملات ایسے ہیں جن میں قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم کا فیصلہ معاملہ کو فیصل کرسکتا ہے حاکم غیر مسلم کا فیصلہ ان معاملات میں کسی درجہ میں مفید نہیں ہوسکتا بلکہ شرعاً حاکم غیر مسلم کا فیصلہ ان معاملات میں کالعدم اور غیر قابل اعتبار ہی۔ نمونہ کے لئے میں چند مسائل کا ذکر کرتا ہوں جن میں مسلمانان ہند کو قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم کی سخت ضرورت پڑتی ہے۔

(الف) کسی لڑکی کا نکاح بلوغ سے پہلے اسکے ولی نے جو باپ دادا کے سوا ہو کردیا اور بالغ ہونے پر لڑکی اس نکاح سے راضی نہیں تو اس نکاح کو قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم چند شرائط کے ساتھ فسخ کرسکتا ہی حاکم غیر مسلم اگر فسخ کریگا تو وہ فسخ معتبر نہوگا۔ شامی معہ در مختار ص۴۸۶ ج ۲۔ ہدایہ ص۲۹۷ ج ۱)

(ب) کسی بالغ عورت نے اپنا نکاح خاندانی مہر سے کم مقدار پر یا کسی غیر کفو سے بدون رضائے ولی

کے خود کرلیا تو اصل مذہب میں خاندان والوں کو حق دیا گیا ہی کہ وہ قاضی یعنی حاکم مسلم کی عدالت میں دعویٰ کرکے پہلی صورت میں مہر پورا کرالیں اور دوسری صورت میں نکاح فسخ کرادیں۔ (شامی معہ درمختار صہ ۲۸۶ ج ۲ صہ ۵۳۱ ج ۲) فسخ کرنا قاضی ہی کا یعنی حاکم مسلم کا کام ہی دوسرے کا نہیں۔

(ج) کسی شخص نے اپنے بیٹے کی بیوی سے زنا کیا یا بدنیتی سے ہاتھ لگایا تو یہ عورت اپنے شوہر کے لئے حلال نہیں رہی مگر نکاح اُسوقت تک نہیں ٹوٹتا جب تک قاضی یعنی حاکم مسلم نکاح کو فسخ نہ کردے یا زوجین خود قطع تعلق نکردیں اور آجکل بعض دفعہ شوہر قطع تعلق نہیں کرتا تو بدون قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم کے ایسی عورت کو سخت تکلیف ہوتی ہی (شامی معہ درمختار صہ ۴۶۳ ج ۲)

(د) شوہر نامرد ہو اور بیوی کو طلاق بھی نہ دیتا ہو تو اس نکاح کو ایک سال کی مہلت دینے کے بعد قاضی یعنی حاکم مسلم ہی فسخ کرسکتا ہے (عالمگیری صہ ۱۵۰ ج ۲) بدون قاضی یعنی حاکم مسلم کے ایسی صورت میں عنین کی بیوی کو سخت مصیبت کا سامنا ہے۔

(ہ) اسی طرح شوہر مجنون ہوجائے تو اسکے نکاح کو بھی قاضی یعنی حاکم مسلم ہی فسخ کرسکتا ہی (عالمگیری صہ ۱۵۷ ج ۲)

(و) کسی عورت کا خاوند لاپتہ ہوجائے تو اسکی بیوی کو ایک خاص مدّت کے بعد جسکی تحقیق کتب مذہب میں ہے قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم ہی مفقود کے نکاح سے خارج کرسکتا ہی (عالمگیری صہ ۱۷۶ ج ۲)

(ز) اگر شوہر کسی وقت اپنی بیوی کو زنا سے متہم کرے یا اس کی اولاد کو غیر مرد کی بتلاوے تو عورت عدالت قاضی میں یعنی حاکم مسلم کی عدالت میں مرافعہ کرکے لعان کرسکتی اور اپنی ہتک حرمت کا بدلہ لے سکتی ہی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یا تو شوہر کو اگر وہ جھوٹا ہوا اس تہمت کی سزا ملے گی یا نکاح فسخ کرادیا جائے گا (عالمگیری صہ ۱۵۱ وصہ ۱۵۲ ج ۲)

(ح) اگر کسی نابالغ لڑکی کا کوئی ولی نہ ہو اور پرورش کے لئے جلدی نکاح کرنے کی ضرورت ہو تو ایسی لاوارث لڑکیوں کا ولی قاضی یعنی حاکم مسلم ہے (عالمگیری صہ ۱۱ ج ۲) بدون قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم کے اِن مسائل میں مسلمانان ہند کو بڑی دقت کا سامنا ہوتا ہی۔ ہم نے مدارس عربیہ میں ایسے سوالات کے جوابات میں علماء کو یہی لکھتے ہوئے دیکھا ہے کہ اگر قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم مفقود کی موت کا حکم کردے یا عنین کا نکاح فسخ کردے تو عورت دوسرے مرد سے نکاح کرسکتی ہی اور قاضی شرعی نہ ہو یعنی حاکم مسلم نہ ہو تو عورت کو بجز صبر کچھ چارہ نہیں۔

(ط) اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دے کر یہ دعویٰ کرے کہ میں اپنے ہوش و حواس کی حالت میں طلاق نہیں دی بلکہ میں مدہوش یا مغلوب الغضب تھا تو اِس صورت میں عورت کو

شوہر کے اِس قول کی تصدیق جائز نہیں بلکہ اس مقدمہ کا مرافعہ قاضی یعنی حاکم مسلم کی عدالت میں لازم ہی اگر وہ اس طلاق کو طلاق تسلیم نہ کرے جسکے خاص شرائط ہیں تب تو عورت شوہر کے پاس رہ سکتی ہی ورنہ نہیں رہ سکتی (شامی معہ الدر باب طلاق المدہوش جلد ۲)

(ی) کسی نے نکاح فاسد کر لیا تو اس نکاح کو قاضی یعنی حاکم مسلم فسخ کر سکتا ہے یا شوہر بیوی کو خود چھوڑ دے (عالمگیری صفحہ ج ۲) اگر وہ نہ چھوڑے تو بدوں قاضی یعنی حاکم مسلم کے عورتوں کو اِس حالت میں سخت مصیبت کا سامنا ہے۔

یہ چند مسائل صرف باب نکاح کے بطور نمونہ کے عرض کئے گئے ہیں باقی ابواب نسب وقف ومیراث وغیرہ میں جو مسائل قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم کے وجود پر موقوف ہیں وہ اس سے زیادہ ہیں جن میں بدوں قاضی کے یعنی حاکم مسلم کے مسلمانان ہند کو سخت تکلیف ہے اور انھیں تکالیف کو وہ بدوں گورنمنٹ کے امداد کے حل نہیں کر سکتے کیونکہ قاضی یعنی حاکم کے لئے مسلم ہونیکے ساتھ صاحب حکومت بھی ہونا ضروری ہے اگر کسی جگہ کے مسلمان از خود کسی کو قاضی بنانا چاہیں تو وہ قاضی نہ ہوگا محض حکم اور ثالث ہوگا جس کا فیصلہ اُسی وقت مفید ہو سکتا ہی جبکہ مدعی و مدعا علیہ دونوں اپنا معاملہ اسکے سپرد کر دیں اور اگر ایک فریق سپرد کرنا چاہے اور دوسرا نہ کرنا چاہے تو اِس صورت میں ثالث اور حکم کا فیصلہ کسی درجہ میں معتبر نہیں۔

(۴) قال فی العالمگیریۃ والقضاء فی الشرع قول ملزم یصدر عن ولایۃ عامۃ ولا تصح ولایۃ القاضی حتی یجتمع فی المولی شرائط الشہادۃ کذا فی الهدایۃ من الاسلام والتکلیف والحریۃ الخ صفحہ ۱۶ ج ۴ وفیہا ایضاً واذا اجتمع اهل بلدۃ علی رجل وجعلوہ قاضیا یقضی فیما بینهم لا یصیر قاضیاً الخ (صفحہ ۱۶۴ ج ۲)

(نمبر ۴) عالمگیری میں ہی۔ شریعت میں قضاء ایسے قول واجب العمل کا نام ہے جس کا صدور ولایت عامہ سے ہو اور قاضی کی ولایت صحیح نہیں ہوتی جب تک کہ اہمیں شہادت کے شرائط موجود نہ ہوں جیسا کہ ہدایہ میں ہے اسلام اور تکلیف اور حریت فقرہ (صفحہ ۱۶ جلد ۴) اِسی عالمگیری میں ہے جب ایک شہر والے کسی آدمی پر متفق ہو کر اُسے قاضی بنالیں جو ان کے درمیان فیصلہ کرے تو اس کارروائی سے قاضی نہیں بنتا۔

اِن عبارات میں تصریح ہے کہ قاضی کے لئے مسلم ہونا صاحب حکومت ہونا شرط ہے اور یہ کہ کسی جگہ کے مسلمان از خود کسی کو قاضی بنالیں تو وہ قاضی نہ ہوگا اور ظاہر ہے کہ صاحب حکومت قاضی وہی ہو سکتا ہے جو سلطنت کی طرف سے مقرر کیا جائے اِس لئے گورنمنٹ کی امداد کے اِس مسئلہ

ہیں مسلمانان ہند سخت محتاج ہیں کیونکہ بدون قاضی یعنی حاکم مسلم کے بعض مسائل میں ان کا دین برباد ہوتا ہے اور غیر مسلم حکام کا فیصلہ ان مسائل میں جو قضا قاضی یعنی حاکم مسلم کے فیصلہ کے محتاج ہیں محض بیکار اور کالعدم ہے اسلئے مسلمانوں کو پوری مستعدی کے ساتھ گورنمنٹ سے درخواست کرنا چاہئے کہ وہ ہندوستان میں منصب قضا کو قایم کرکے اپنی مسلم رعایا کو ان مشکلات سے نجات دے اور جب تک منصب قضا کے تجویز مکمل ہو اس وقت تک کے لئے کم از کم یہی قانون کردیا جائے کہ جو مسائل قضا قاضی کے محتاج ہیں ان کا فیصلہ غیر مسلم حکام نکریں بلکہ ایسے مقدمات مسلم حکام ہی کے سپرد ہوں اور مسلم حکام کو ہدایت کیجائے کہ ان مسائل میں علما سے صورت مقدمہ بیان کرکے شرعی حکم حاصل کریں اور شرعی فتوے کے مطابق مقدمہ کا فیصلہ کردیں اور اپنے فیصلہ کے ساتھ عالم کے فتویٰ کو بھی نتھی کردیں جیسا کہ تقسیم میراث و ترکہ کے مقدمات میں کبھی ایسا ہی کیا جاتا ہے اگر یہ صورت بھی ہوجائے تو مسلمانان ہند کی مشکلات میں کچھ کمی ہوجائے گی ہمیں قوی اُمید ہے کہ گورنمنٹ ہماری اِس درخواست پر ضرور توجہ کرے گی اور اپنی مسلم رعایا کو شکر و امتنان کا موقع دے گی۔ واللہ المستعان فی کل باب ھو المیسر لکل صعاب۔

(۵) قال فی الدر و یجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کان کافرا ذکرہ مسکین وغیرہ الا اذا کان یمنعہ عن القضاء بالحق فیحرم اھ (صفحہ ۴۶۸ ج ۴) و فی العالمگیریۃ والاسلام لیس بشرط ای فی السلطان الذی یقلد کذا فی التاتارخانیۃ اھ (صفحہ ۱۶۰ ج ۴)

(نمبر ۵) درمختار میں ہی عہدہ قضا کا عادل بادشاہ اور ظالم دونوں سے قبول کرنا جائز ہے۔ اگرچہ وہ کافر کیوں نہ ہو ملا مسکین وغیرہ نے (صراحۃً) ذکر کیا ہی مگر جبکہ وہ بادشاہ اسکو حق پر فیصلہ کرنے سے روکے تب وہ عہدہ حرام ہے۔ صفحہ ۴۶۸ ج ۴
عالمگیری میں ہے کہ اسلام شرط نہیں اس بادشاہ کے اندر جو کسی کو قاضی بنائے۔
(صفحہ ۱۶۰ جلد ۴)

اس سے معلوم ہوا کہ ہندوستان میں اگر گورنمنٹ اپنی طرف سے کسی مسلمان کو قاضی بنادے اور جن مسائل میں قضا قاضی یعنی مسلم حاکم کے فیصلہ کی ضرورت ہے ان میں اس کو فیصلہ کا اختیار دیدے تو وہ شرعی قاضی ہوجائے گا اور اس کے فیصلے فسخ نکاح و ایقاع طلاق و ثبوت نسب و حکم موت مفقود وغیرہ میں نافذ ہونگے بشرطیکہ اس کو موافق حکم شرع فیصلہ کرنے کا اختیار دیا جائے خلاف حکم شرع فیصلہ پر مجبور نہ کیا جائے۔

(۶) قال فی العالمگیریۃ واذا اجتمع اھل بلدۃ

عالمگیری میں ہے جب ایک شہر والے کسی قاضی پر متفق ہوں

علی رجل وجعلوہ قاضیاً یقضی فیما بینهم لا یصیر قاضیاً (ص۱۶۴ ج ۴)

اور اس کو اپنے مابین قضاء کے لئے قاضی بنالیں تو اس سے قاضی نہیں بنتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہندوستان میں کسی جگہ کے مسلمان بطور خود بدوں گورنمنٹ کی اجازت کے اگر کسی کو قاضی بنالیں تو وہ قاضی نہ ہوگا کیونکہ اس کی ولایت عامہ نہ ہوگی البتہ حکم ہو جائیگا جسکا فیصلہ اسی وقت معتبر ہوگا جبکہ مدعی و مدعا علیہ دونوں رضامندی سے اپنے معاملہ کو اس کے سپرد کردیں اور اگر ایک نے سپرد کیا اور دوسرے نے سپرد نہ کیا تو اس صورت میں حکم کا فیصلہ کالعدم ہے اور فریقین باہمی رضامندی سے اگر کسی کو حاکم بنالیں اور وہ موافق حکم شرع فیصلہ کردے تو اسے بھی فسخ نکاح وغیرہ کا اختیار ہوگا اور اس کے فسخ سے بھی نکاح فسخ ہو جائے گا یعنی جب معاملہ سپرد کردیا گیا اور فیصلہ تک تحکم سے کسی فریق نے رجوع نہ کیا تو اب حکم کا فیصلہ بھی مثل فیصلہ قاضی کے لازم و نافذ ہو جائے گا۔ پھر کوئی فریق اس کو توڑ نہیں سکتا۔ بشرطیکہ فیصلہ موافق حکم شرع ہو۔

قال الشامی اما المحکم فشرطه اهلیة القضا ویقضی فیما سوی الحدود والقصاص اھ ص۴۶۲ ج ۴ وفیه ایضاً التحکیم عرفاً تولیة الخصمین حاکماً یحکم بینهما ببینة او اقرار او نکول ورضیا بحکمه الی ان حکم احتراز عما لو رجعا عن تحکیمه قبل الحکم او عما لو رضی احدهما فقط شامی صح لو فی غیر حد وقود ودیة علی عاقله (لان حکم المحکم بمنزلة الصلح وهذا لا یجوز بالصلح فلا یجوز بالتحکیم ویتفرد احدهما بنقضه ای التحکیم بعد وقوعه فان حکم لزمهما ولا یبطل حکمه بعزلهما لصدوره عن ولایة الشریعة (اھ ص۴۶۵ ج ۴) ۴ ۴ ۴ ۴ ۴

شامی میں ہے حکم کے لئے شرط ہے کہ وہ قضا کا اہل ہو ماسوا حدود اور قصاص میں قضا کرے۔ اسی شامی میں ہے سرپنچ بنانا مدعی اور مدعا علیہ کا کسی کو اپنے اوپر حاکم مان لینا ہے کہ وہ سرپنچ اُن کے درمیان بینہ یا اقرار یا انکار کی بنا پر فیصلہ کرے اور وہ دونوں اسکے فیصلہ پر راضی ہوں اگر اس سرپنچ کے فیصلہ کرنے سے پیشتر اُسکے حکم ہونے سے رجوع کرلیں یا خالی ایک ہی راضی ہے ایک نہ رہے تو یہ فیصلہ نافذ نہ ہوگا۔ شامی میں ہے حکم کا فیصلہ حدود قصاص اور دیت کے سوا نافذ ہوگا کیونکہ حکم یعنی سرپنچ کا حکم بمنزلہ صلح کے ہوتا ہے ان امور میں صلح جائز نہیں تو سرپنچ بنانا بھی جائز نہ ہوگا اور اگر ایک شخص سرپنچی کو توڑ دے بعد تسلیم کرلینے کے تو اس سے سرپنچی ٹوٹ جائیگی لیکن اگر نقض سے قبل اس نے فیصلہ کردیا تو فریقین پر لازم ہوگا اور اب انکے معزول کرنے کی وجہ سے اس کا حکم باطل نہ ہوگا کیونکہ وہ حکم ولایت شرعیہ سے صادر ہوا۔"

(۷) جب یہ معلوم ہو چکا کہ قاضی شرعی حاکم مسلم کا قائم کرنا مسلمانوں کے ذمہ فرض ہے اور یہ بھی ثابت ہو چکا کہ بعض معاملات میں حاکم غیر مسلم کا فیصلہ شرعاً معتبر نہیں بلکہ حاکم مسلم کا فیصلہ ضروری ہے تو عامہ مسلمین پر ضروری ہی کہ وہ اپنی اس شرعی ضرورت کو گورنمنٹ کے سامنے پیش کر کے درخواست کریں کہ ہندوستان میں منصب قضا کو قائم فرما کر اپنی مسلم رعایا کو مشکلات سے نجات دے چونکہ گورنمنٹ اپنی رعایا کی راحت رسانی اور بالخصوص مذہبی معاملات میں ہر طرح کی آسانی بہم پہونچانے کی ذمہ وار ہے اس لئے قوی اُمید ہے کہ یہ درخواست منظور ہو گی۔

نیز جو مسلم ممبران کونسل اِس مسئلہ کو کونسل میں پیش کرنے والے ہیں اُنکے ساتھ سب مسلمانوں کو اتفاق رائے ظاہر کرنا چاہیئے اور ہر ضلع کے مسلمانوں کو اپنی طرف سے الگ الگ اِس مسئلہ کی ضرورت ظاہر کرنا چاہیئے کیونکہ گورنمنٹ کی طرف سے جو بے توجہی ابتک اِس مسئلہ پر ہوئی ہے اس کا سبب صرف یہ ہے کہ اس کو ہنوز ضرورت کے اطلاع اہمیت کے ساتھ کسی نے نہیں کی ضرورت پر مطلع ہو کر اُمید ہے کہ گورنمنٹ بہت جلد مسلمانوں کے حال پر توجہ فرمائے گی۔ فقط

کتبہ الاحقر عبد الکریم گمتھلوی کرنالی عفی عنہ

(۲) ہوالموفق۔ مسلمانوں کے اُن منازعات باہمی رفع کرنے کے لئے جن میں قاضی کا حکم کرنا شرائط سے ہے قاضی (یعنی حاکم مسلم) کا مقرر کرنا نہایت ضروری ہے اور قاضی کے لئے ضروری ہے کہ صاحب حکومت ہو پس جس کو مسلمان باہمی اتفاق کے ساتھ قاضی بنائیں گے وہ قاضی نہ کہلائیگا ہاں گورنمنٹ کا مقرر کردہ حاکم مسلم قاضی شرعی کے حکم میں ہوگا اور اس کے احکام شرعاً قابل نفاذ ہونگے لیکن چونکہ قاضی بنائے جانے کا وہی اہل ہے جو شاہد بننے کی صلاحیت رکھتا ہے بد مذہب اگر مقرر کیا گیا تو وہ صحیح معنی میں قاضی نہ کہلائے گا اس لئے نہایت ضروری ہے کہ اس کا انتخاب علمائے اہل سنت کے ہاتھ میں ہو تا کہ وہ باہمی اتفاق کے ساتھ ایسے شخص کو پیش کر سکیں جو قاضی ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

محمد مظہر اللہ غفرلہٗ۔ امام مسجد فتحپوری دہلی

۲۳ صفر المظفر ۱۳۴۷ھ

(۳) ہوالموفق۔ ہندوستان میں نصب قاضی کا مسئلہ نہایت اہم ہے اور محکمہ قضا قائم نہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کو بہت سے مذہبی اور معاشرتی معاملات میں جو ہولناک مصائب پیش آرہے ہیں ان کا احصا دشوار ہے۔ جوابوں میں نمونے کے طور پر چند شعبوں کا ذکر کیا گیا ہے یہ صحیح ہی کہ مسلمانوں نے بھی نصب قضا کے لئے ابتک کوئی منظم سعی نہیں کی مگر اب ضرورت اتنی روشن

ہو گئی ہے۔ کہ مسلمانوں کو گورنمنٹ سے پُرزور درخواست کرنے اور گورنمنٹ کی جانب سے اس کے منظور اور جاری کرنے میں مزید توقف کا ہرگز موقعہ باقی نہیں رہا۔ ہزاروں عورتوں کی جانیں خطرے میں ہیں جن کا علاج محکمۂ قضا کے سوا کوئی قطعی طور پر نہیں ہو سکتا۔

محمد کفایت اللہ غفرلہٗ مدرسہ امینیہ دہلی۔ ۲۲ صفر المظفر ۱۳۴۷ھ

(۴) مولانا کفایت اللہ صاحب صدر جمعیت العلماء کی رائے گرامی سے مجھے کلی طور پر اتفاق ہے فقط

مناظر احسن گیلانی۔ پروفیسر کلیہ عثمانیہ حیدرآباد

(۵) میں بھی اس مضمون کی تصدیق و توثیق کرتا ہوں۔ اشرف علی۔ ۳۰ صفر ۱۳۴۷ھ

(۶) جواب بالکل صحیح ہے۔ اور احقر اس بارہ میں مستقل رسالہ "القول الماضی فی نصب القاضی" لکھ چکا ہے۔ جو قابل ملاحظہ ہے۔ اشرف المطابع تھانہ بھون سے ملیگا۔ فقط ظفر احمد عفا اللہ عنہ

از تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ ۱۴ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ

(۷) ہو المصوب محکمہ قضاء کی اہمیت بہت واضح ہو چکی ہے۔ اب گورنمنٹ سے اس کی منظوری حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں کے واسطے کوئی گھڑی انتظار کی باقی نہیں رہی۔ بہتیرے ایسے مسائل ہیں جن کا حل محکمہ قضاء پر موقوف ہے۔ اور اس کے نہ ہونے کی وجہ سے اصلاحی صورتیں پائمال اور برباد ہو رہی ہیں اگر موجودہ حالت مسلسل رہی تو پھر خدا معلوم مسلمانوں میں کیا قیامت برپا ہو گی۔ اس لئے ضروری ہے کہ مسلمان اس فریضہ مہتم بالشان کے لئے کمال جد و جہد سے کام لیں۔ نیز فاضل مجیب نے سوالات کو بوجہ احسن حل کر دیا ہے۔ اور محکمہ قضاء کی ضرورت کو بھی خوب واضح کر دیا ہے۔ عبد الرحمن مدرس دوم مدرسہ نعمانیہ امرتسر۔

(۸) محکمہ قضا اسلام میں اہم الاہم ہے۔ لہٰذا گورنمنٹ اس امر کی طرف ضرور بالضرور توجہ مبذول کرے ورنہ امور موقوفہ علی القضاء جیسے مسلمانوں کے منصب قضاء سے غفلت کی وجہ سے اب تک پائمال تھی۔ اب حکومت کی عدم توجہ کی وجہ سے رہیں گے۔ جو کہ رعایا پروری کے خلاف ہے۔ عبد الکبیر مدرس مدرسہ نور الحق امرتسر۔ ہذا ہو الحق الصریح وہو احق بالاتباع۔

(۹) ہذا ہو الحق و بالاتباع احق۔ محمد یوسف امام و مدرس مسجد بابو علی بخش امرتسر۔ نور احمد عفی عنہ

(۱۰) محکمہ قضاء کی ضرورت میں کسی کو کلام نہیں۔ اس کی اجراء میں بیشمار مصالح ہیں نمونہ کے طور پر فاضل مجیب نے کچھ ظاہر فرما دیا ہے۔ اس میں کوشش کرنا بہت بڑا جہاد ہے۔ اور اہل اسلام پر احسان ہے۔ انا احقر الزمن محمد حسن عفی عنہ مدرس اول مدرسہ نعمانیہ امرتسر واقع جامع مسجد خیر الدین مرحوم

(۱۲) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد واقعی محکمہ قضاء کا قائم ہونا نہایت ضروری ہے۔ اور مہتم بالشان امر ہے۔ بہت سے مسائل ضروریہ اور واقعات موجودہ کا فیصلہ قضاء پر موقوف ہے۔ لہٰذا بہت ضرور ہے۔ کہ سربرآوردگان اسلام گورنمنٹ عالیہ سے پُرزور درخواست کرکے اس کو منظور کرادیں۔ اور گورنمنٹ کے فرائض میں سے ہے۔ کہ مسلمانوں کے معاملات کے فیصلہ کرنے کے لئے نصب قضاۃ کا انتظام کرے اس میں توقف کی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ بہت سے وہ معاملات جو قضاء قاضی پر موقوف ہیں بوجہ نہ ہونے قاضی کے ناتمام رہتے ہیں۔ فقط عزیز الرحمٰن عفی عنہ از دیوبند

۱۷ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ

(۱۳) درحقیقت ظالم اور بے رحم شوہروں کی اصلاح مظلومہ اور ستم رسیدہ خاتونوں کی فلاح ناواقف اور جاہل قاضیوں کے دام جہالت سے بچنے کی تدبیر و راہ صرف اسی میں ہے۔ کہ ازجانب حکومت بااختیار اور شرعی قاضی یعنی حاکم مسلم مقرر کئے جائیں۔ فقط

احقر ظہور الحق خطیب جامع سرائے شیخ اٹاوہ

(۱۴) الحق قاضی کی ضرورت و اہلیت و شرائط کے متعلق جو کچھ حضرت مجیب نے تحریر فرمایا سب بجا و درست اور صحیح ہے۔ نہایت ضروری ہے کہ نصب قاضی شرعی کی طرف توجہ گورنمنٹ مبذول کرانے میں جان توڑ کوشش کی جاوے کہ یہ اس کی جماعۃ مسلمین کثرہم اللہ تعالیٰ ایک جسم ہے گویا جس کا سر نہیں۔ لعل اللہ یحدث بعد ذلک من یلی امرھا ویجمع شملھا وھو حسبنا و نعم الوکیل۔ حررہ عبدہ العاصی محمود بریلوی صانہ اللہ عما شانہ الوارد فی الحال فی اٹاوہ

(۱۵) نصب محکمہ قضائے شرعی کے متعلق گورنمنٹ کی توجہ مبذول کرانی نہایت ضروری ہے اس میں مسلمانوں کی بہتری اور اصلاح مضمر ہے۔ فقط العبد ظفر حسین ہیڈ مولوی اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ کان اللہ لہ۔ سید محمد منور علی عفی عنہ۔ محمد قاسم ساکن بلیا مقیم حال اٹاوہ۔ بقلم خود

(۱۶) وھو الموفق للجواب۔ ہمارے ملک میں قاضیوں کی منجانب حکومت مقرر کرنے کی نہایت ضرورت ہے۔ جیسا کہ فاضل مجیب صاحب نے اپنی تحریر میں محض مسائل کی تفصیل بیان کرکے ثابت کیا ہے۔ یہاں اس وقت ان کے علاوہ اور بھی بہت سی صورتیں درپیش ہیں۔ جن کا تصفیہ بغیر نصب قاضی ناممکن ہے۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ قاضی کا تقرر جب ہی مفید اور اثرانداز ہو سکتا ہے جب کہ منجانب حکومت ہو پس تمام مسلمانوں کو متفقہ طور پر اس کی پُرزور کوشش کرنی چاہئے۔

ہاں انتخاب قاضی کے لیے ان باتوں کا لحاظ ضروری ہے۔ جو مجیب نے مصرح بیان کردی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ کتبہ بندہ سید حمید الدین غفرلہ مہتمم و مدرس مدرسہ عربیہ گلاوٹھی ضلع بلند شہر ربیع الاول

(۱۷) المجیب مصیب۔ احقر عبد الحی سلمہ الحق خویدم الطلبہ۔ مدرسہ عربیہ گلاوٹھی ضلع بلند شہر۔

(۱۸) لقد اصاب من اجاب۔ احقر العبد بشیر احمد غفرلہ اللہ الاحد مدرس مدرسہ منبع العلوم قصبہ گلاوٹھی ضلع بلند شہر۔ (۱۹) الجواب صحیح والمجیب مصیب۔ بندہ ابرار احمد غفرلہ الصمد مدرس مدرسہ منبع العلوم قصبہ گلاوٹھی ضلع بلند شہر۔

(۲۰) باسمہ سبحانہ۔ مجیب علامہ نے مسئلہ نصب قضاء کے متعلق جو کچھ تحریر فرمایا بالکل حق اور صحیح ہے حقیقت الامر یہ ہے۔ کہ ہندوستان کے مسلم ممالک کو منصب قضاء کے نہ ہونے کی بدولت آئے دن جن مصائب سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ وہ احاطہ تحریر سے باہر ہیں اور اُن کا صحیح اندازہ بھی وہی لوگ کرسکتے ہیں جن کو روزمرہ فتویٰ نویسی کا اتفاق رہتا ہے۔ آج ہندوستان کے طول و عرض میں ہزارہا کی تعداد میں ایسی عورتیں موجود ہیں جو محض منصب قضاء کے نہ ہونے کی وجہ سے بیشمار مصائب روحانی و جسمانی کا شکار ہو رہی ہیں۔ اور بارہا دیکھا گیا ہے۔ کہ کبھی یہی مصائب ان کو خودکشی پر بھی مجبور کر دیتے ہیں ایسی حالت میں نصب محکمہ قضاء کے لئے گورنمنٹ سے استدعا کرنا اور اس کے کامیاب بنانے میں ہر ممکن سعی کرنا مسلمانوں کا اہم فریضہ ہے۔ جو صاحب اس تحریک میں سعی فرمائیں گے۔ عند اللہ اجر عظیم کے مستحق ہوں گے۔ فقط خاکسار محمد منظور افغانی غفرلہ خادم التدریس مدرسہ عالیہ اسلامیہ چلہ امروہہ ۹ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ ہجری نبوی

(۲۱) الجواب صواب۔ انوار الحق غفرلہ مدرس مدرسہ محلہ چلہ امروہہ۔ ضلع مراد آباد۔ (۲۲) اصاب من اجاب فضل احمد مدرس مدرسہ عربیہ محلہ چلہ امروہہ ضلع مراد آباد۔

(۲۳) محکمہ قضاء کا مطالبہ گورنمنٹ سے موجودہ حالت میں نہایت ضروری ہے علماء کرام کو اس کے حاصل کرنے کی متفقہ کوشش کرنی لازمی ہے۔ بندہ محمد نعیم عفا اللہ عنہ خلف مولانا عبد اللہ صاحب مفتی لودھیانہ پنجاب

(۲۴) قیام محکمہ قضاء ضروریات دین میں سے ہے اس لئے اس کا مطالبہ آج سے بہت پہلے ہونا چاہئے تھا مگر اس وقت تو پہلے سے ضرورت بہت زیادہ محسوس ہوگئی ہے۔ لہٰذا اہل اسلام کو اس کی تحصیل میں بہت زیادہ کوشش کرنی چاہیئے۔ فقط واللہ اعلم۔ احقر محمد عبد اللہ حنفی مفتی مدرسہ عزیزیہ لودھیانہ خلف مولانا محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم بلیہ والے۔

(۲۵) محکمہ قضاء کی ضرورت عامہ فی زمانہ کسی اہل دین پر مخفی نہیں ہے۔ جزئیات مذکورہ کے

علاوہ بہت سے مسایل عقود وفسوخ محکمہ قضار پر موقوف ہیں۔ جن کے لئے قاضی شرعی ضروری ہے
چونکہ اکثر جزئیات میں عامۃ الناس فہم نہیں رکھتے لہذا اس کا انتخاب اور قاضی کا تقرر علمار کے
سپرد ہونا چاہیے۔ فقط بندہ رحمت علی بانی مدرسہ قاسمیہ لودھیانہ۔ احمد حسن عفی عنہ مہتمم مدرسہ
ام المدارس۔ تعلیم القرآن لودھیانہ۔ پنجاب

(۲۶) مسلمانوں کے لئے قاضیوں کا نصب کرنا سخت ضروری ہے۔ بغیر اس کے ہندوستان میں
مسلمانوں کی زندگی وبال ہو رہی ہے۔ علاوہ مضامین اور خطبات کے میں نے مجلس نکاح و
طلاق مجوزہ حکومت متحدہ (یو، پی) کی ایک جماعت کے صدر کی حیثیت سے مجلس مذکور نے جو اخلاقی
روداد لکھی ہے۔ اور جس پر مولانا کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ العلمار ہند دہلی اور مولانا قطب الدین
عبد الوالی صاحب فرنگی محلی کے دستخط ہیں۔ اس میں بہ تصریح حکومت سے قضاۃ کے تقرر کا مطالبہ
کیا ہے۔ اور عبارات فقہ اور واقعات سے اس کی ضرورت ثابت کی ہے۔ لیکن مسلمانوں کو اس
کے لئے اب باقاعدہ تحریک اور جد و جہد کی حاجت ہے۔ سید سلیمان ندوی

(۲۷) ہندوستان میں قاضی شرعی کا ہونا ضروری امر معلوم ہوتا ہے۔ اس سے بہت سے منافع کی تنفید
اور مضار کا انسداد ہو جائیگا۔ (۲۸) بندہ فخر الدین عفی عنہ گنگوہی۔ (۲۹) بندہ عبد المجید عفی عنہ
تھانوی مقیم حجرہ شریفیہ رشیدیہ قدوسیہ گنگوہ۔ (۳۰) عزیز حسین مہتمم مدرسہ قدوسیہ گنگوہ۔
(۳۱) منظور احمد رام پوری مقیم گنگوہ۔ (۳۲) محمد مسعود احمد بقلم خود۔

(۳۳) باللہ التوفیق۔ اس میں شک نہیں کہ شریعت محمدیہ زہرار اور ملت اسلامیہ غرار میں ابواب
نکاح، طلاق، نسب، وقف وغیرہ کے کثیر التعداد مسایل اور کثیر الوقوع حوادثات اور باہمی نزاعات
کا فیصلہ قاضی شرعی کے وجود پر موقوف و مشروط ہے۔ لہذا ایسی حالت میں سلطنت کی طرف سے
محکمہ قضار کا قایم ہونا اور ہر شہر کے واسطے ایک ایسا شخص جو عالم و عادل۔ فہیم مبصر۔ سنی کا
مقرر ہونا اشد ضروری اور اہم مہمات سے ہے۔ اہل اسلام کا فرض ہے۔ کہ اس کے لئے متحدہ
کوشش اور سعی بلیغ فرمائیں۔ تاکہ آئندہ مسلمانوں کو امور مذہبی میں ناقابل برداشت مصائب
کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ واللہ المستعان۔ محمد نور الحسین الرامفوری کان اللہ لہ۔

(۳۴) اس میں شک نہیں کہ بہت سے مسایل شرعیہ ایسے ہیں۔ جو بغیر قضار قاضی کے طے نہیں
ہو سکتے اہل اسلام کو چاہیئے کہ انتہائی کوشش کر کے حکومت سے قاضی کو مقرر کرائیں تاکہ وہ
مسایل جو قضار پر موقوف ہیں طے ہو سکیں۔ واللہ سبحانہ اعلم۔ محمد معوان حسین العمری المجددی مدرسہ۔

(۳۵) بیشک تقرر قاضی کی ازحد ضرورت ہے۔ محمد ریحان حسین العمری المجددی مدرسہ ارشاد العلوم واقع ریاست رامپور محلہ چاہ شور۔ احقر حامد علی کان اللہ لہ۔

(۳۷) بیشک تقررِ قاضی موافق شریعت زہر ازحد ضروری ہے۔ حررہ حمید اللہ المدرس لمدرسہ ارشاد العلوم الرامپور۔

(۳۸) بلاشبہ مسلمانوں کے مذہبی معاملات کو مدنظر رکھتے ہوئے تقرر قاضی کی سخت ضرورت ہے اگر اس طرف حکومت کی توجہ مبذول ہو تو اہلِ اسلام کو چاہئے کہ تقرر قاضی کے لئے حکومت میں اپنی انتہائی سعی وکوشش کے صرف میں کسی طرح اغماض نہ فرمائیں۔ وعلی اللہ التکلان انہ خیر من اعان۔ خاکسار عبد اللہ رضوی جہاری عفاعنہ الباری مدرس مدرسہ ارشاد العلوم رامپور۔

(۳۹) الجواب۔ نصب قضا ایک نہایت ہی اہم اور ضروری مسئلہ ہے جس کے لئے مسلمانوں کو پُرزور اور منظم سعی کرنے کی ضرورت ہے۔ شرعی قاضی نہ ہونے سے آئے دن مسلمانوں کو صدہا مشکلات کا سامنا رہتا ہے۔ غیر مسلم عدالتیں جن کو ان مسائل کے تصفیہ کا کوئی حق نہیں۔ اور نہ اُن کا فیصلہ ان معاملات میں کوئی معتبر فیصلہ ہوسکتا ہے۔ دھڑا دھڑ مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ کرتے رہتے ہیں۔ اور بیچارہ مُسلم مجبوراً ازراہِ نادانی ان محاکمات کے سامنے سرِ تسلیم خم کردیتا ہے جس سے تمام عمر فریقین کی شرعی حرام میں کٹتی ہے۔ اور شرعی قاضی نہ ہونے کی بدولت عمر بھر مبتلائے حرام رہتا ہے۔ نمونہ کے طور پر مجیب نے چند مسائل بیان کردیئے ہیں۔ ورنہ ان سے صدہا مسائل کا انفصال بدون نصب قضار ناممکن ہے۔ واللہ اعلم حررہ فخر الدین احمد غفرلہ مدرس مدرسہ مسجد شاہی۔

(۴۰) واقعی نصب قاضی کی اشد ضرورت ہے۔ محمد قدرت اللہ مدرس مدرسہ شاہی مسجد مراد آباد۔

الجواب اجود است۔ محمد یجیب نور غفرلہ مدرس مدرسہ شاہی مراد آباد۔

(۴۱) الجواب واقعی نصب قضار کی اشد ضرورت ہے۔ تمام مسلمانوں کو عموماً اور ممبران صاحبان کو خصوصاً متفقہ طور پر کوشش کرکے گورنمنٹ سے استدعا کرنی چاہیئے۔ کہ وہ جلد از جلد ہندوستان میں نصب قضار قائم کرکے مسلمان رعایا کی مشکلات کا ازالہ کرکے مشکوری کا موقع دے۔ فقط واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ کتبہ العبد الضعیف محمد مصلح الدین احمد [illegible] معین مفتی ونائب [illegible] مدرسۃ الغربار قاسم العلوم واقع [illegible]

(۴۲) قاضی شرعی نہونے کی وجہ سے مسلمانوں کو لئے دن جن دقتوں کا سامنا ہوتا ہے خصوصاً فسخ نکاح کے وقت وہ اظہر من الشمس ہے اس لئے موجودہ حکومت سے اس قسم کی درخواست کرکے منصب قضار کا تعین ازبس ضروری ہے اور وہ حضرات جو اسمیں سعی بلیغ فرمارہے ہیں۔ بلاشبہ اجرِ عظیم کے مستحق ہیں۔ کتبہ ابو سعید عبد القدوس عفاعنہ مدرس

(۴۳) ہو الموفق۔ جوابات قدر کفایت بالکل صحیح ہیں۔ اصول شریعت اسلامیہ کے مطابق ہیں۔ بیشک نکاح و طلاق و نسب و میراث کے مسایل عموماً ایسے ہیں جن کے فیصلہ و تنفیذ و تعمیل کے لئے قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم عالم دینیات کا ہونا ضروری ہے اور اکثر اہم صورتوں میں قضار قاضی شرط لازمی ہے۔ جس کے بغیر شرعی فیصلہ ناممکن ہے۔ یقیناً محکمہ قضار اور قاضی شرعی کے نہونے کی وجہ سے مسلمانان ہند کو اسلامی اصول معاشرت میں سخت مشکلات کا سامنا ہوتا ہے لہذا گورنمنٹ کی خدمت میں محکمہ قضا کی استدعار نہایت ضروری اور حق مذہبی ہے۔
فقیر ظفر حسین چشتی فاروقی مدرس عربی اسلامیہ کالج ڈھاکہ۔ ۸ ر ستمبر ۱۹۲۸ء

(۴۴) بیشک ہندوستان میں قاضی شرعی کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ مطیع الرحمن عفی عنہ مدرس عربی اسلامیہ کالج ڈھاکہ۔ ۱۵ ر ستمبر ۱۹۲۸ء

(۴۵) مضمون فتویٰ ہذا سے بندہ موافق ہے۔ اور گورنمنٹ عالیہ کے کرم سے اُمید ہے کہ اس کو منظور فرماویں۔ الراقم محمد برات عفی عنہ امام مسجد نواب صاحب ڈھاکہ و ناظم مدرسہ اسلامیہ ڈھاکہ۔

(۴۶) ہو الموفق۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ کہ مسلمانوں کے مذہبی ضروریات کے لحاظ سے مسلمان قاضی کا مقرر کرنا احکام شرعیہ کے مطابق نہایت ضروری ہے۔ شرعی قاضی نہ پائے جانے کی وجہ سے مسلمانوں کو سخت دقتیں پیش آتی ہیں۔ فقط محمد عمر عفی عنہ۔ الجواب صحیح محمد ذاکر عفا اللہ عنہ۔

(۴۷) مسلمانوں کے مذہبی ضروریات کا لحاظ کرتے ہوئے اس زمانہ میں اکثر ایسے شرعی معاملات درپیش ہو جاتے ہیں۔ جن میں اشد ضرورت مسلمان قاضی کی ہوتی ہے۔ بغیر قاضی کے بہت دقتیں پیش آتی ہیں۔ خلیل احمد سلونی عفی عنہ۔

(۴۹) شرعی قاضی یعنی والی مسلم کا ہونا بعض مسائل شرعیہ کے لحاظ سے نہایت ضروری ہے حفیظ الرحمن عفی عنہ

(۵۰) مذہبی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے قاضی کا ہونا بہت ضروری ہے۔ مشتاق احمد عفی عنہ۔

(۵۱) بعض مسایل شرعیہ میں شرعی قاضی کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔ مسلمانوں کو گورنمنٹ سے اس کے لئے درخواست کرنی بہت ضروری ہے۔ اشفاق احمد اعظمی عفی عنہ۔

(۵۲) اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ کہ مسلمانوں کے مذہبی ضروریات کے لحاظ سے قاضی کا اس زمانہ میں ہونا نہایت ضروری ہے۔ ثنار اللہ عفی عنہ۔

(۵۳) بعض مسائل شرعیہ میں قضار قاضی کی اشد ضرورت پڑا کرتی ہے۔ اس لئے قاضی کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ سید محمد اسحاق عفی عنہ الہ آبادی۔

(۵۴) بعض مسائل شرعیہ مثلاً فسخ نکاح وغیرہ میں شرعی قاضی کی نہایت ضرورت ہوتی ہے اس لئے قاضی ہونا چاہیئے۔ محمد محب اللہ عفی عنہ۔

(۵۵) فسخ نکاح و دیگر مسائل ضروریہ میں قاضی کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس لئے شرعی قاضی کا تقرر ازبس ضروری ہے۔ احمد الدین عفی عنہ الہ آبادی۔

(۵۶) محکمہ قضا نہ رہنے کی وجہ سے بعض مسائل میں مسلمانوں کو سخت دقت کا سامنا ہوتا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو گورنمنٹ سے اس قسم کی درخواست کرنی ازبس ضروری ہے۔ محمد یوسف عفی عنہ۔

(۵۷) شرعی قاضی کا تقرر بہت ضروری ہے مسلمانوں کو اس میں کوشش کرنی چاہیئے۔ عبدالحکیم غفرلہ

(۵۸) بعض امور شرعیہ کے حل میں بغیر کسی شرعی مجاز شخصیت کے بسا اوقات بے انتہا دقتیں پیش آتی ہیں۔ اس لئے کسی قاضی کا تقرر ہونا ضروری ہے۔ محمد حسین حسینی المصباح غفرلہ۔

(۵۹) بعض مسائل شرعیہ کے لئے قاضی کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ اس لئے گورنمنٹ سے تقرر قاضی کی درخواست کرنا لابدی ہے۔ اسحاق علی عفی عنہ۔

(۶۰) بلاشبہ قاضی شرعی کی مسلمانوں کو ہندوستان میں شدید ضرورت ہے اور گورنمنٹ سے نصب قضاء کے لئے پرزور استدعا لازمی ہے۔ کہ اس کے بغیر ہزارہا مسلمان عورتوں کی جان و آبرو سخت خطرہ میں ہے۔ جیسا کہ تحریر بالا سے واضح ہوگیا۔ اور مزید تشریح کی حاجت نہیں رہی فقط۔ عاشق الٰہی عفی عنہ میرٹھ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ ہجری

(۶۱) نحمدہ و نصلے علیٰ رسولہ الکریم۔ اما بعد (۱) عہدہ قضاء احکامات الٰہیہ کے نفاذ کا نام ہے۔ جس کی شریعت اسلامیہ میں ہر آن ضرورت ہے زمانہ سرکار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ پر معمور ہوکر منصب قضاء کی عملاً تکمیل فرماتے رہے صحابہ کرام و خلفائے عظام نے بھی حضورؐ کا تتبع کیا۔ خلفائے بنی امیہ و عباسیہ وغیرہ نے عہدہ قضاء کے قیام سے اسی سلسلہ کو باقی رکھا۔ غرضکہ جمہور اہل اسلام تقرر عہدہ قضاء کو فرض و لازم سمجھتے چلے آئے ہیں۔ امام محمدؒ نے نصب قاضی کو فرض محکم بتایا ہے۔

(۲) قاضی صاحب حکومت ہونا چاہیئے۔ قاضی کی شرائط میں اسلام۔ عاقل۔ بالغ۔ حر۔ غیر محدود فی القذف ہونا داخل ہے جس میں یہ شرائط نہیں پائی جائیں گی وہ حاکم نہیں ہوسکتا

(۳) ولایت نابالغ۔ فسخ نکاح۔ مفقود الخبر۔ فسخ نکاح مجنون۔ فسخ نکاح فاسد وغیرہ ایسے معاملات ہیں۔ جن میں قضاء قاضی کی ضرورت ہے۔

(۴) معاملات مذکورہ بالا میں شرعاً غیر مسلم حاکم کا فیصلہ قابلِ عمل ونفاذ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ احکاماتِ اسلامیہ سے ناواقف ہے۔ اور اگر جزوی طور پر واقف بھی ہو تب بھی یہ وقفیت عدم وقفیت ہی کے مرادف ہوگی۔ اِس لئے کہ قاضی کے لئے اجتہاد بھی ضروری ہے۔ جیسا کہ ہدایہ میں ہے۔ وَیکُونُ مِنْ اَھْلِ الْاِجْتِھَادِ

(۵) اگر مسلمان از خود قاضی منتخب کر لیں تو شرعاً وہ قاضی نہ ہوگا۔ کیونکہ ولایت ایسے قاضی کو حاصل نہ ہوگی (۶) قاضی اگرچہ حاکم جابر یا غیر مسلم کی طرف سے مقرر کیا جائے۔ اُس کا نصب جائز اور اُس کے احکامات قابلِ عمل ونافذ ہوں گے۔ شریعت اسلامیہ میں ایسے قاضی کو قاضی متصور کیا ہے ہدایہ میں ہے ثم یجوز التقلد من السلطان الجائر کما یجوز من العادل۔

(۷) نصب قضاۃ کے لئے گورنمنٹ سے درخواست کرنا اور اُس کے لئے ہر امکانی جد و جہد کرنا مسلمانانِ ہند کا فرض مذہبی ہے۔ ہر مسلمان کو ان ممبران سے موافقت کرنا چاہیئے جو اس کے لئے ساعی ہیں ایسے ممبران حقیقتاً عامۃ المسلمین کا حق نمایندگی ادا فرمائیں گے۔ اور ان کی آواز عامہ مسلمین کی آواز ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ محمد عبد الصمد مقتدری بدایونی، ربیع الاول ۱۳۴۶ھ

(۳۴) بیشک منصب قضاۃ اسلام کے احکام سے ایک ضروری حکم ہے خصوصاً ہندوستان میں اُس کی اشد ضرورت ہے۔ وقت کا حاکم ضابطہ اگرچہ غیر مسلم ہو ایسے منصب کا تقرر کر سکتا ہے محمد عبد السلام عفی عنہ مدرس اعلیٰ مدرسہ دار العلوم شمس العلوم بدایونی۔

(۶۲) اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَالْبَاطِلَ بَاطِلًا۔ بیشک ہندوستان میں بہت سے نکاح ایسے ہو جاتے ہیں جو اہل ہند اپنے قرابت دار چھوٹے چھوٹے بچوں کا ان کی صغر سنی میں کرا دیتے ہیں تو اُن میں بعض عورتیں جوان ہونے کے بعد اُس نکاح سے ناخوش ہوتی ہیں۔ اور جدائی چاہتی ہیں۔ مگر جدائی کی ان کو کوئی سبیل نہیں ملتی۔ لہذا ان کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے اور بعض اوقات ان میں بعض جرموں (خودکشی) و حرامکاری) کی مرتکب بھی ہو جاتی ہیں۔ اور اسی طرح مفقود الخبر (لاپتہ) کی بیوی بھی ہمیشہ مصیبت میں گرفتار رہتی ہی۔ پس علاوہ دیگر امور ضروریہ کے خود یہی دو صورتیں ایسی ہولناک ہیں کہ ان پر نظر کرنے کے بعد ہر ذی شعور و فہم سلیم والا آدمی کانپ اٹھتا ہے اور ان مصیبت زدوں کی چارہ جوئی کے واسطے دل وجان سے رہائی کی کوشش وسعی کرنا چاہتا ہے۔ پس گورنمنٹ عالیہ چونکہ ہمیشہ سے اپنی رعایا کی بہبودی کی طرف توجہ مبذول فرماتی رہتی ہے۔ تو ان مصیبت زدہ اپنی رعایا کے افراد کو ایسی ایسی ضرورتوں کا احساس فرما کر

رہا فرمانے کے لئے نصب قاضی کو بالیقین اہم اور لازم تصور فرماکر علماء شریعت محمدی کی رائے سے
اہل علم شرع قاضیوں کو ان ضروری فیصلجات کے واسطے ہندوستان کے تمام اطراف و جوانب
میں مقرر فرمانے میں کافی توجہ فرماکر اُن مصیبت زدہ لوگوں کو اپنے لئے دعاء گو بناکر منصب حکومت
کو ادائے فرض منصبی سے مزین فرمائے گی۔ بندہ ضعیف محمد عبد اللطیف عفا عنہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ

واقعی امور مندرجہ جواب کے واسطے نصب قاضی کی ضرورت ہے۔ احقر محمد عبد الرحمٰن عفی عنہ۔

(۶۴) ہو الموفق۔ واقعی مسلمانوں کے لئے نصب قاضی نہایت ضروری اور ایسا فرض ہے
ہے کہ بدون اس کے اُن احکام شرعیہ میں جن کا نفاذ بغیر قضاء قاضی کے ہو ہی نہیں سکتا۔
سخت خلل واقع ہونے سے ہماری مذہبی آزادی بالکل نقصان میں ہے اور قاضی وہی شخص ہے
جو بادشاہ وقت کی جانب سے بولایت عامہ فصل خصومات کے لئے مقرر کیا گیا ہو جس کے لئے مسلم و
عاقل و بالغ و آزاد و بینا و شنوا و گویا اور فصل خصومات پر قادر ہونا اور محدود فی القذف نہ ہونا
ضروری ہے اور فاسق و جاہل کو قاضی بنانا داب و رعایت منصب قضاء کے خلاف ہے اور
ایسی تحریک پر مسلمانوں کے سر وبال معصیت رہیگا۔ اور ایسے معاملات میں قضاء قاضی کی ضرورت
سمجھی گئی ہے جنکو مجیب لبیب نے دس شکلوں میں تمثیلاً بیان کیا ہے اور اُنکے علاوہ بھی میراث و وقف
وغیرہ کے متعلق بہت سی صورتیں ایسی نکلتی ہیں جن کا انفصال قاضی ہی کر سکتا ہے اور اُن
معاملات میں جنکے انفصال میں قاضی کی ضرورت ہے کسی حاکم غیر مسلم کا فیصلہ معتبر نہیں۔ کما ہو
مصرح فی غیر واحد من الکتب الفقہیہ۔ اور کسی جگہ کے مسلمانوں کا کسی شخص کو بطور خود قاضی
بنا لینا کافی نہیں بلکہ بادشاہ وقت کی جانب سے (اگرچہ وہ غیر مسلم ہو) مامور کیا جانا ضروری ہے
ورنہ اُس کے فیصلے اُن امور میں جن میں قضاء قاضی کی ضرورت ہے شرعاً معتبر نہ ہوں گے پس
بادشاہ وقت سے نصب قاضی کے لئے استدعاء اور اس بارہ میں ہر جائز و موثر طریقہ پر کوشش
کرنے والوں سے متفق ہونا مناسب بلکہ ضروری ہے۔ واللہ اعلم و علمہ احکم

حررہ الراجی عفو ربہ الوحید ابو الحامد محمد عبد الحمید غفر لہ ذنوبہ و ستر عیوبہ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ راقم

(۶۵) صح التصدیق والجواب مطابق النقل باصل الکتاب واللہ اعلم بالصواب حررہ الراجی عفو ربہ
العلی الرب الحکیم و فضل مولاہ الحلیم خادم العلماء والطلاب ابو القاسم محمد عتیق صانہ سبحانہ عما لا یلیق
بن شیخ الاسلام مرشد الانام مولانا العلام قدوۃ العارفین زبدۃ السالکین فرید عصرہ وحید دہرہ العلامۃ الوحید
الحاج الحافظ الشیخ ابی الحامد محمد عبد الحمید ادامہ اللہ بفضلہ المزید الفرنگی محلی اللکھنوی ۱۹ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ راقم۔

(۶۵) لِلّٰہ درّ من اجاب فاصاب - ابوالبیان عبدالحلیم المعلم بمدرسۃ العالیۃ القدیمۃ -
(۶۶) صح الجواب واللہ اعلم بالصواب - حررہ کلیم اللہ مدرس مدرسہ قدیمہ لکھنؤ -

(۶۷) الجواب صواب - مشیت اللہ مدرس مدرسہ اسلامیہ نگینہ عفا اللہ عنہ -
(۶۸) الجواب حق - فصیح احمد غفرلہ مدرس مدرسہ اسلامیہ نگینہ - (۶۹) الجواب صواب - انوار الحق فاضل دیوبند
(۷۰) الجواب حق خادم العلماء محمد اختر علی عفا اللہ عنہ سند یافتہ مدرسہ عالیہ دیوبند - (۷۱) اصاب من اجاب -
محمد سعید غفرلہ مدرسہ قاسمیہ نگینہ ۲۹ صفر ۱۳۴۷ھ - (۷۲) الجواب حق - احقر ایوب غفرلہ فاضل دیوبند -
(۷۳) جواب حق محمد احمد غفرلہ ذنوبہ فاضل مدرسہ نگینہ - (۷۴) الجواب صواب - محمد حسن غفرلہ فاضل دیوبند -
(۷۵) الجواب الصحیح - امیر احمد مدرس مدرسہ اچولی ضلع میرٹھ - (۷۶) جواب صحیح ہے - معین الدین عفی عنہ -
(۷۷) جواب صحیح و درست ہے - ناصر علی عفی عنہ - (۷۸) الجواب صحیح عبدالغنی خادم مدرسہ روضۃ العلوم پھول پور اعظم گڈھ

(۷۹) مسائل مسطورہ بالا بالکل صحیح اور درخواست بغایت قابل التفات و اعتنا ہے عرصہ سے دل چاہتا تھا کاش کوئی انتظام گورنمنٹ کی طرف سے نصب قضاۃ کا ہوجاتا تو بعض احکام شرعیہ متعلقہ نکاح و طلاق و نسب و وقف و میراث میں جن میں قضاء قاضی کی شرط ہے بہت ہی سہولت ہوجاتی - واقعی ہندوستان میں ایسا کوئی انتظام نہونے سے مسلمانان ہند کو سخت دقتوں و مصیبتوں کا سامنا رہتا ہے یہ معلوم کرکے کہ بعض ممبران کونسل نے اس طرف توجہ مبذول فرمائی ہے بہت ہی مسرت ہوئی، انشاء اللہ امید قوی ہے کہ گورنمنٹ ہماری اس درخواست پر ضرور توجہ فرمائیگی اور ہم مسلمانان ہند کو موقع شکر و امتنان کا دیگی فقط کتبہ الاحقر محمد عیسیٰ پروفیسر عربی و فارسی گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ

(۸۰) اقامۃ محکمہ قضاء اور نصب قاضی علی الوجہ الشرعی جنکو بعض مجیبین نے استفتاء ہذا کے جواب میں کتب فقہیہ کی عبارات سے اُسکے شرائط و اوصاف بیان فرمائے ہیں جن کا اعادہ تحصیل حاصل اور کتب معتبرہ فقہیہ سے تقویت مزید باعث تطویل ہے نہایت ضروری ولازمی ہے علماء نے بموجب حدیث نبوی عَلَیْکَ اَنْ تُعِیْنَ مُحْسِنَھُمْ تم پر مسلمانوں کے بہی خواہ کی اعانت ضروری ہے تقرر قاضی کے ضروری ہونے کا فتویٰ دیکر مسلم ممبران کونسل اور عامہ مسلمین کو سعی بلیغ کا موقع دیا ہے اور بشارت عظمیٰ سے جو مخبر صادق کا فرمان ہے مسرور فرمایا ہے کہ جو شخص دن یا رات کے کسی گھنٹہ میں اپنے بھائی کی حاجت روائی میں کوشش کرے خواہ اُسکو پوری کرسکے یا نہ کرسکے یہ فعل اُس کا دو ماہ کے اعتکاف سے بہتر ہے اور اس قول نبوی سے تخویف کی ہے مَنْ لَّمْ یَھْتَمَّ لِلْمُسْلِمِیْنَ فَلَیْسَ مِنْھُمْ جو مسلمانوں کی اصلاح و بہبودی نہ چاہے وہ اُن میں سے نہیں ہے بناءً علیہ نصب قاضی علی الشرائط

الشرعی جو مسلمانوں کے فوائد دینی و دنیوی پر مشتمل ہے ضروری و لازمی ہے اللہ تعالیٰ اسلام اور مسلمانوں کی مدد فرمائے جن لوگوں کو خداوند عالم نے ایسے موقع عطا فرمائے ہیں کہ وہ کچھ مدد مسلمانوں کی کر سکیں وہ خوش نصیب ہیں ایسے مواقع ہاتھ سے نہ دینا چاہئے کیونکہ کسب سعادت و ثواب کا اچھا موقع ہی یہ خیال کرنا کہ ہم مسلمانوں اور اسلام کی خدمت کرتے ہیں نازیباہے۔ شعر

منّت منہ کہ خدمتِ سلطان ہمی کنم　　منّت شناس ازو کہ بخدمت گذاشتت

کتبہ الفقیر محمد نعمت اللہ محب اللہ عفی عنہ ماجناہ۔

(۸۱) سلطنت کی طرف سے منصب قضا کا تعیین ہم مسلمانوں کے لئے ازبس مفید و ضروری ہی۔ محمد شریف کان اللہ لہ۔

(۸۲) بیشک گورنمنٹ کی جانب سے قاضی کا تقرر مسلمانوں کے حق میں مفید ہی۔ احقر فخر الدین عفا عنہ۔

(۸۳) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ط

قیام محکمہ قضاء یعنی دار القضاء کا مسئلہ ہندوستان کے طبقہ علماء میں عام و مسلم ہو چکا ہے اکثر مجالس علماء میں بار بار یہ مسئلہ پیش ہو چکا اور ہو چکا اور منظور رہوا۔ تجویز و تخیل سے گذر کر کہیں کہیں اس نے عملی صورت بھی اختیار کر لی۔ کانپور کا کامیاب دار القضاء جو موجودہ دور میں پہلا دار القضاء ہے۔ اس دعویٰ کی جلی شہادت ہے کانپور کے علاوہ پھلواری، پٹنہ، سہسرام وغیرہ مقامات میں بھی دار القضاء ہیں جو کسی حد تک کامیاب ہیں۔ اسلامی ضروریات مسلمانان ہند کو اس امر پر مجبور کر رہی ہیں کہ یہ عملی سلسلہ تمام اسلامی ہندوستان میں پھیل جاوے مگر ان کے قیام کے باوجود چونکہ اختیارات اور ولایت مطلقاً نہیں ہے اس لئے تاہنوز مسلمانوں کے بہت سے حقوق تلف اور شرعی نقصانات ہو رہے ہیں اس لئے مسئلہ دار القضاء کی موجودہ ضرورت اور آنے والی اہمیت کو پیش نظر رکھ کر ضرورت ہے کہ حکومت موجودہ سے مسلمان پُر زور درخواست کریں اور منظم سعی اس کے منظور اور جاری ہونے تک برابر قائم رکھیں اور سخت بیچینی سے اُس وقت مسعود کی آمد کا انتظار کریں جو حکومت مسلطہ کی طرف سے بدنصیب مسلمانوں کو مبارک و کمال بخش وقت اپنی کامل صورتوں میں جلوہ گر ہو خدا نہ کرے کہ اس ضروری فرض کی تعمیل میں طبائع کا جمود حائل ہو اور ایک امر شرعی بلا وجہ اختیار ہوتے ہوئے رہجاوے کیونکہ قاضی شرعیات میں مسلمانوں کے مقامی امام کا درجہ رکھتا ہے۔

قاضی کا نصب مسلمانوں پر اس لئے بھی ضروری ہے کہ اکثر معاملات شرعیہ میں جھگڑے ایسے ہوتے ہیں کہ بدون قاضی کسی کا فیصلہ اس باب میں معتبر نہیں ہوتا لہذا ان منازعات کا قطع کرنے والا شرعی بنیادوں پر ہونا چاہیئے اور وہ قاضی ہے۔

اسلامی احکام کی رو سے قضا روہ لازمی شرعی فیصلہ ہے جو ولایت عامہ سے صادر ہو ولایت و اختیارات عامہ کا لحاظ اِس لئے ضروری ہے کہ ہر شخص صرف اپنی ذات پر اختیار و ولایت رکھتا ہے دوسرے شخص پر اس کی ولایت و قابو نہیں ہے اور جب ہر ایک کو اختیار و تصرف ہے تو کبھی دو آدمیوں میں تصرفات کے سلسلہ میں تدافع و تخالف ہوتا ہے اور اس حد تک کہ باہم مصلحت ناممکن ہو ایسی صورت میں اگر انہیں کے اختیارات مطلقاً چھوڑ دیے جائیں تو موجب قتل و خون ریزی ہے اِس لئے اسلام نے ان کے ایسے اختیارات سلب کر کے قاضی کے قبضہ میں دیدئے جو اصول شرعیہ کی بناء پر فیصلہ کر کے تدافع و تخالف کو رفع کرے۔ وَلِلّٰہِ دَرُّ الْمُجِیْبِ حَیْثُ اَتٰی بِالصَّوَابِ۔

اِس میں شک نہیں کہ ہندوستان میں جس قدر قاضی موجود ہیں خاندانی رسمی ہوں یا نکاح خوانی یا کسی نظام کے ماتحت مسلمانوں کی طرف سے مقرر شدہ مگر چونکہ وہ صاحب ولایت و اختیار نہیں ہیں اور کسی حاکم و والی کی طرف سے مقرر شدہ نہیں ہیں اِس لئے وہ جیسا کہ مجیب نے لکھا ہے محض حکم و پنچ کا رتبہ رکھتے ہیں۔ حاکم و سلطان کے حدود سلطنت کے اندر حاکم وقت کی طرف سے مختارانہ تقرر و تسلط کر دئے جانے پر قاضی کہلایا جا سکتا ہے اور اَلْقَاضِیْ قَاضِیْ بِتَرَاضِی الْمُسْلِمِیْن۔ بلاد الغلبۃ میں اُسوقت ہو سکتا ہے جب مسلمان اتفاق کر کے کسی کو اپنے اوپر والی بنالیں۔ والافلا۔ قال فی ردالمحتار۔ وَاَمَّا بِلَادٌ عَلَیْھَا وُلَاۃٌ کُفَّارٌ فَیَجُوْزُ لِلْمُسْلِمِیْنَ اِقَامَۃُ الْجُمَعِ وَالْاَعْیَادِ وَیَصِیْرُ الْقَاضِیْ قَاضِیًا بِتَرَاضِی الْمُسْلِمِیْنَ فَیَجِبُ عَلَیْھِمْ اَنْ یَّلْتَمِسُوْا وَالِیًا مُسْلِمًا مِّنْھُمْ۔ اِس لئے ارض الغلبۃ میں مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ کسی کو متفقہ طور سے اپنا والی بنالیں تاکہ وہ اُن پر اپنی ولایت سے کسی کو قاضی مقرر کرے تاکہ وہ جمعہ و اعیاد قائم کر سکے یا دیگر اسلامی ضروریات کے قیام و تحفظ و اجراء وغیرہ جیسا کہ مجیب نے لکھا ہے اپنے اختیار و تصرف سے نفاذ کر سکے قاضی کا مقرر کرنے والا والی و سلطان شرط نہیں کہ وہ مسلمان ہو اگر عیسائی بادشاہ یا مذاہب و ادیان باطلہ کا پیرو بادشاہ بھی کسی مسلمان کو مسلمانوں پر قاضی مقرر کر دے تو بھی جائز ہے۔ قال فی ردالمحتار اذا ولی الکافر علیھم قاضیا ورضیہ المسلمون صحت تولیتہ بلا شبھۃ الخ

خلاصہ یہ کہ بلاد غلبہ جیسے ہندوستان کے مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ پوری جدوجہد کر کے گورنمنٹ سے با اختیار قاضی مقرر کرائیں جسکو مسلمانوں پر ولایت شرعی ہو اگر مسلمان اِس میں سعی نہ کریں گے تو حدیث پاک وصریح اس بارہ میں اُن کو وعید بتلاتی ہے مَنْ مَّاتَ وَلَیْسَ فِیْ عُنُقِہٖ بَیْعَۃٌ مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً او کما قال۔ کونسل کے مسلمان لائق تحسین ہیں اِس بارہ میں اور مسلمانوں کو

اُن کا ساتھ دینا چاہیئے۔ واللہ اعلم بالصواب حررہ المفتقر الی اللہ ذی الایادی ابوالہادی عبدالکافی عفی عنہ مدرس ومفتی مدرسہ امدادالعلوم واقع محلہ بانس منڈی ومعین القاضی دارالقضاء کانپور۔ (مُہر)

ہذا الجواب صحیح۔ محمد عبدالرزاق عفا عنہ ما جناہ مدرس مدرسہ امدادالعلوم کانپور قاضی شہر کانپور (مہر)

(۸۵) فی الحقیقت ہندوستان کے مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ حکومت سے شرعی قاضی کی درخواست کریں کیونکہ بعض مسائل شرعیہ قضاء قاضی پر موقوف ہیں جن کا نفاذ بدون قاضی شرعی کے نہیں ہوسکتا ان میں سے بعض مسائل مجیب اول نے ذکر کردئے ہیں اور اس معاملہ میں تمام مسلمانان ہند کو متفقہ طور پر ممبران کونسل سے موافقت کرنا چاہیئے۔ واللہ اعلم۔ مفتی محمد وصی علی ملیح آبادی سابق مدرس مدرسہ الٰہیات کانپور۔ (۸۶) الجواب صحیح۔ غلام یحییٰ عفا عنہ مدرس مدرسہ الٰہیات کانپور۔

(۸۷) المجیب مصیب۔ احقر سید محمد طٰہٰ الٰہی مدرس مدرسہ الٰہیات کانپور۔

(۸۸) صح الجواب ثم واللہ تعالیٰ اعلم واحکم احمد عبدالحلیم معلم کان اللہ لہٗ۔

(۸۹) الاجوبۃ کلہا صحیحۃ۔ خادم العلماء سلطان محمود مدرسہ فتح پوری دہلی۔

(۹۰) فی الواقع مسائل شرعیہ کے لئے گورنمنٹ کی طرف سے قضاۃ کا تقرر ضروری اور لابدی امر ہے اس کے بغیر صدہا صورتیں نکاح وطلاق کی ایسی ہیں جن کا شرعًا اجراء ونفاذ ناممکن ہے۔ جن میں سے بہت سے اجوبہ منسلکہ سے روشن ہیں اور ان کے علاوہ اور بھی فقہیات میں کثیر وشہیر ہیں پھر یہ بھی بات ہے کہ گورنمنٹ کا خود شاہ عالم کے معاہدہ میں یہ معاہدہ موجود ہے کہ ہم ان امور کے انصرام کیلئے قضاۃ مقرر کرینگے۔ رہا یہ امر کہ اسوقت تک اس قسم کا مطالبہ کیوں نہیں کیا گیا تو اوّل تو شروع سلطنت گورنمنٹ میں حسب معاہدہ گورنمنٹ کی طرف سے مقرر ومجوز رہتے تھے اور جب سے بند ہوئے اُس وقت سے ضرورت کا احساس ہوا اور جب حادرجہ پر مجبوریاں پیش آنے لگیں تب مطالبہ کی نوبت آئی۔ نیز یہ ہے کہ تغیر وتبدل زمانہ سے عمومًا آزادی پیدا ہوگئی ہے اور اُس کا اثر مستورات تک بھی پہونچ گیا ہے۔ پچھلے زمانہ کی مستورات صابرہ اور عفیفہ زائد ہوتی تھیں۔ اور اس زمانہ میں عام طور پر اس کا عکس ہے پس اس بناء پر اس زمانہ میں اُس کی ضرورت ہی شدید ہوگئی۔ فقط واللہ اعلم الراضی الی رحمۃ ربہ المنان المدعو باشفاق الرحمٰن الکاندھلوی مدرس مدرسہ فتحپوری دہلی۔

(۹۱) ضرورۃ تقرر القاضی ومطالبتہ من حاکم الوقت اظہر من الشمس وللہ در من ارتفع ہذہ المسئلۃ العبد الضعیف کان اللہ لہ محمد شریف اللہ مدرس مدرسہ دارالعلوم فتح پوری۔ دہلی

(۹۲) اِس ضرورت کی احساس کی لہر جن ممبران کونسل کے قلوب میں آئی ہے خواہ وہ کسی اثر سے ہو

عندالناس قابل قدر ہے اور قابل اجر بھی۔ بشرطیکہ اس سبز باغ یا لال باغ میں جس میں کچھ لال قلعہ کی جھلک نظر آتی ہو للّٰہیت ہو اور اُس میں کوئی اِس نافع چیز سے جو سطح نظر ظاہر ہے اضر مضر نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ گورنمنٹ کو احساس باوجود معاہدہ کے بے توجہی کی وجہ کچھ بھی ہو۔ گورنمنٹ اسلامیہ ہے ہی نہیں اگر اس امر کی اہمیت کی تنبیہ میں خاطی ہیں تو ہم۔ مگر اب بھی کچھ نہیں گیا ہم کو جناب الٰہی میں بالتجا درخواست کرنی چاہیئے کہ ہم کو اپنی مرضی کے مطابق تقرر قضاۃ میسر فرمائے۔ اور موجودہ گورنمنٹ اِس میں مزاحم نہ ہو جیسا کہ امور اسلامیہ میں مزاحم نہیں ہوتی اور اِسی لئے ہندوستان کو محقق علماء دار الحرب نہیں کہتے بعضے من وجہ دار الحرب کہتے ہیں اور من وجہ دار الاسلام والمسلمین اور بعض دار الحرب من کل الوجوہ کہتے ہیں۔ اور اکثر دار الاسلام۔ خیر یہ دوسری بحث ہے البتہ مجیب صاحب کے اِس تعین مسئلہ میں اتفاق ہے کیا اچھا ہو کہ سائلین اس سوال کا جواب ان علماء سے بھی لیں جو اُن بلاد اسلامیہ کے علماء ہوں جن میں تسلط بھی اسلامی ہو اور کیا اچھا ہو کہ سائلین ایک درخواست اِس باب میں بھی کہ محکمہ خفیہ میں اہل تورع اہل شہادت بلکہ علماء مقرر کئے جایا کریں کیونکہ فساق کی رپورٹوں پر فتنہ عظیم مفرہ بلکہ راس المضار رونما ہوا کرتے ہیں پیش فرماویں۔ اور نیز ایک درخواست کم از کم امارت اسلامیہ نظامیہ ہی کے ارباب حل و عقد کے یہاں بھجوادیں مناسب معلوم ہوتی کہ ایک مدرسۃ القضاۃ والجواسیس المعتبرہ کا اجراء قبل منظوری درخواست نہیں تو معًا اُمید ہے۔ واللہ اعلم۔ ولایت احمد عفی عنہ مدرس مدرسہ عالیہ فتحپوری دہلی

(۹۳) مَیں نے اِس سوال و جواب کو دیکھا بہت درست اور صحیح ہی جواب مدلل لکھا ہے مسلمانوں کی ضرورات شرعیہ میں قاضی صاحب حکومت ہونا اس کی سخت ضرورت ہے جو کچھ لکھا ہے اُس سے اُمید انجام مرام ہے۔ فقط عبد الہادی مفتی ریاست بھوپال۔ ۹ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ (مہر)

(۹۴) بالموفق۔ جواب مجیب صاحب میں حکم شرعی امور جواب طلب کا جو تحریر ہے اور تصویب جواب جناب مولوی مظہر اللہ صاحب و جناب مولوی کفایت اللہ و جناب مفتی صاحب ریاست ہذا کی صحیح و درست ہے۔ الداعی بالخیر خادم العلماء محمد یحییٰ قاضی بھوپال (مہر)۔ [95] محمد فاروق غفرلہ نائب قاضی معین رکن مجلس العلماء۔ [96] محمد عنایت اللہ رکن مجلس العلماء ریاست بھوپال۔ [97] محمد عبد الصمد عفی عنہ رکن

(۹۸) مجھے مولوی کفایت اللہ صاحب کی رائے سے اتفاق ہے۔ محمد عبد العزیز پروفیسر ملیہ جامعہ عثمانیہ۔

(۹۹) مجھے بھی اِس رائے سے اتفاق ہے فقط شبیر علی عفی عنہ پروفیسر عثمانیہ کالج۔

(۱۰۰) میں بھی ایک زمانہ سے سرکار سے تقرر قاضی کی درخواست کی ضرورت محسوس کرتا ہوں جب

سرکار انگریزی نے اس سے پہلے قضاۃ کو مقرر کیا تھا اور اب بھی ثالثی کی اجازت دیتی ہے تو مجھے اُمید ہے کہ اس میں بھی دریغ نہ کرے گی فقط سینیر پروفیسر شعبہ دینیات ملیہ جامعہ عثمانیہ کالج
محمد عبد المقتدر - سید شاہ مصطفےٰ - پروفیسر عثمانیہ کالج حیدر آباد -
مجھ کو بھی مولوی کفایت اللہ صاحب کی رائے سے کامل اتفاق ہے - ظہیر الدین احمد پروفیسر عثمانیہ کالج -

(۱۰۳) مسلم ممبران کونسل کو حکومت سے درخواست تقرر قاضی مسلم کی کرنی اور اُس میں کوشش کرنی اور دوسرے مسلمانوں کو اُن کی مدد کرنی ضروری ہے اور جو وجوہات مجیب نے ظاہر کی ہیں صحیح ہیں حمد اللہ مقام پانی پت - ہٰذا الجواب صحیح - عبد الرحیم بقلم خود - من اجاب فقد اصاب بندہ عبد الحمید خان بقلم خود
ہٰذا الجواب صحیح والرائے نجیح - خاکسار محمد ابراہیم گورنمنٹ پنشنر پانی پتی -

(۱۰۷) ہو ملہم الصواب وبہ التوفیق وبہ الاعتصام + نحمدہ ونصلے علی رسولہ سید الانام اخلاقی معاشرت و تمدنی زندگی و اتفاقی معیشت صرف بباعث احکام شرعیہ کہ جو بلسان علم الفقہ معاملات سے تعبیر کئے جاتے ہیں - بحسن نظم و نسق قائم ہو سکتی ہے ' اور بقا مادام العمل باقی رہ سکتی ہے ورنہ نہیں - آج اسلامی پبلک نعل در آتش بیتاب اور بیچین بے آرام ہے تو کیوں - احکام شرعیہ کا جن کی صفت شان بد ونہا العدل بین الناس لم یقم ہی نفاذ نہیں ہے ' اور قواعد شرعیہ اور مسائل بہ نفسہا مفید بدون نفاذ نہیں ہو سکتے پس ضرورۃ ثابت کر رہی ہے کہ نافذ الاحکام حاکم شرعی سر بہ سر فرض ہے اجتماعی حالت میں اہل الاسلام قائم کرکے عہدہ قضا کو بذریعہ درخواست حکومت سے حاصل کرنا چاہئے - اہل اسلام کی حالت اس وقت اسدرجہ ناگفتہ بہ پر پہنچ چکی ہے دُنیا تو گئی تھی آخرۃ بھی ہمردیف ہو گئی - فانظر الے ما قال حضرت شاہ صاحب رئیس المحدثین جناب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی - فی حجۃ البالغہ صہ ۳۵۱ مطبع صدیقی بریلی - القضاء اعلم ان من الحاجات التی یکثر وقوعہا ویشتد مفسدتہا المناقشات فی الناس فانہا تکون باعثۃ علی العداوۃ والبغضاء وفساد ذات البین ویہیج الشح علی غمطہ الحق وان لا ینقاد للدلیل فوجب ان یبعث فی کل ناحیۃ من یفصل قضایاہم بالحق ویقہرہم علی العمل بہ اشاؤرا ام ابوا ولذلک کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعتنی ببعث القضاۃ اعتناء شدیدا ثم لم یزل المسلمون علی ذلک الخ ولیکن بعد حصول المرام یقلد قلدۃ فی عنق جماعت العلماء المستندین الطالبین للحق والطالبین للدار الآخرۃ المحافظین لماخالیۃ عن ایدی الجہال والطالبین للدنیا فقط وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ علی نبینا رحمۃ العلمین - ۱۲ + ۲۸ + ۹/۳ + ۶۳ + ۲۷ + ۳/۱۸ ھ - العبد احقر محمد ابراہیم ساکن پانی پت محلہ زیر قلعہ

سنہ ۱۰۸
الجواب حق والحق احق ان یتبع ۔ محمد عبد الحلیم انصاری پانی پتی محلہ انصار پانی پت ۔
(۱۰۹) بیشک ہندوستان میں مسلمان قاضی کا مقرر ہونا نہایت ضروری ہے جمعیت علماء نے باتفاق آراء اپنے اجلاس ہائے کلکتہ وغیرہ میں اس کی ضرورت کو نہایت وضاحت سے دکھلایا ہے اور بارہا اس کے اجراء کی طرف گورنمنٹ کو توجہ دلائی ہے مسلمانوں کو بزور اس کا مطالبہ کرنا لازم ہے ۔ جمعیۃ العلماء کے ریکارڈوں میں اس کی تجاویز موجود ہیں اور الجمعیۃ کے کالموں میں اس کے متعلق مفصل ابحاث آچکی ہیں ۔ واللہ اعلم ۔ حسین احمد غفرلہ

سنہ ۱۱۰ الجواب صحیح بندہ محمد مرتضیٰ حسن عفی عنہ ۔ سنہ ۱۱۱ الجواب جواب ۔ بندہ محمد ابراہیم عفی عنہ ۔

(۱۱۲) ہندوستان میں نصب قضا نہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کو اپنے معاشرتی، تمدنی، دینی جو مصائب پیش آرہے ہیں وہ اُن کی مذہبی روح کے لئے مرض مہلک سے کم نہیں ۔ یہ غلط ہے کہ انہوں نے اس ضرورت کا احساس نہیں کیا، یا مشکلات نے اُن کو پریشان نہیں کیا وہ ہر زمانہ میں اس مصیبت کی وجہ سے پریشان رہے ۔ اس کی دلیل میں وہ فتاوی پیش کئے جا سکتے ہیں جو ہزاروں کی تعداد میں لکھے جاتے رہے جن میں بدرجہ مجبوری یہ بھی لکھ دیا جاتا تھا کہ کسی مسلم ریاست میں جاکر فیصلہ کرالیا جاوے ۔ اگر تفحص کیا جاوے تو اس قسم کے فتاوے ہزاروں کی تعداد میں ملیں گے ۔ ہاں ! یہ ضرور ہے کہ اس خاص طریقہ سے مسلمانوں نے ابتک درخواست نہیں کی تو ظاہر ہے کہ کسی ایک مصیبت زدہ کا عرصہ تک مصیبت میں گرفتار رہکر ازالۂ مصیبت کے طریقہ سے ناواقف ہونے یا کسی دوسری وجہ سے ازالۂ مصیبت کی خاص تدبیر پر عمل نہ کرنا اس کی دلیل نہیں ہے کہ اُس کی مصیبت کا ازالہ بھی نہ کیا جاوے یا اُس کو مصیبت پر راضی مان لیا جاوے بنائً علیہ میں مسلمانوں سے عموماً اور قوانین رائج الوقت سے واقفکار حضرات کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ وہ گورنمنٹ کو توجہ دلادیں کہ مسلمانوں پر اس احسان کے کرنے میں تامل نہ کرے ۔
محمد اعزاز علی غفرلہ مدرس دار العلوم دیوبند ۔ ۶ ربیع الاول سنہ ۱۳۴۷ھ ۔

(۱۱۳) اہل اسلام کو قاضی کی ضرورت مسائل مذکورہ وغیرہ میں شدید ہی اُن کا فرض مذہبی ہے کہ حکومت سے اُس کا تقرر کرائیں ورنہ مفاسد کثیرہ لازم آتے ہیں کما لا یخفی فقط کتبہ الاحقر عبد اللطیف مدرس و ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۔ مورخہ ۱۸ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۷ھ (مہر)

سنہ ۱۱۴ تمام جوابات صحیح ہیں ۔ بندہ عنایت الدین عفی عنہ مہتمم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸ ربیع الثانی سنہ ۴۷ھ
سنہ ۱۱۵ الجواب صواب ۔ ضیاء احمد عفی عنہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۔

۱۱۶
واقعی اہلِ اسلام کے بہت سے اہم امور قاضی مسلم با اختیار پر موقوف ہیں۔ بندہ عبدالرحمن غفرلہ مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور۔

۱۱۷
مسلمانوں کو ہمیشہ کے مصائب کا دفعیہ کرنے کے لئے مذکور الصدر کوشش ضروری ہے تاکہ کوئی واقف کار عالم اکمل اس داہیۂ عظمیٰ سے نجات دے سکے۔ محمد چراغ مدرس مدرسہ انوار العلوم جامع

۱۱۸
جو کچھ اس رسالہ میں لکھا ہے مسلمانوں کے لئے نہایت ضروری ہے۔ بہت سے مصائب سے نجات ہوگی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس امر میں مسلمانوں کو کامیاب کرے۔ ہر مسلم پر کوشش کرنا لازمی ہے۔ محمد خلیل عفی عنہ مدرس مدرسہ انوار العلوم جامع گوجرانوالہ۔

۱۱۹
بلاشک قاضی کا تقرر وقت کی اہم ضرورتوں سے ہے اور بہت سے ماضی و مستقبل کی مشکلوں کا حل اسی میں مضمر ہے لیکن اس سے زیادہ ضروری مسئلہ قاضی کے انتخاب کا ہے قاضی ائمہ اربعہ کی فروع پر حاوی ہونیکے علاوہ کتاب و سنۃ کا ماہر ہونا چاہئے تاکہ عند الفصل فروع مختلفہ میں مدعی و مدعا علیہ کے خیالات و عقائد کو صحیح طور پر سمجھ سکے۔ اور مناسب فیصلہ صادر کر سکے ایسا نہ ہو کہ تقرر قاضی مسلمانوں کے لئے مزید انتشار کا باعث ہو۔ اللھم الف بین قلوبنا۔ اور سب سے زیادہ ضرورۃ یہ ہے کہ قاضی احکام شرعیہ کے اجراء میں حکومت کی پابندیوں سے آزاد ہو ورنہ اس کا موجود و عدم برابر ہوگا غرض مسلمانوں کو اس معاملہ میں پوری جمعیۃ اور سعی سے کام لینا چاہئے۔ عبدربہ اسمٰعیل۔ گوجرانوالہ

۱۲۰
میں مندرجہ بالا مضمون کا حرفاً حرفاً مؤید ہوں جو کچھ لکھا ہے درست ہے۔ مسلمانوں کو سعی کرنا لازم ہے فقط۔ محمد عبدالعزیز خطیب جامع گوجرانوالہ۔

۱۲۱
المجیب مصیب۔ بیشک عالم محقق بہترین منصف کو سرکار گورنمنٹ سے قاضی مقرر کرانا اشد ضروری ہے کیونکہ بعض احکام شرعیہ کا وجود قضاء قاضی پر موقوف ہے۔ چنانچہ مجیب صاحب بطور نمونہ تحریر کر چکے ہیں۔ محمد غازی عفی عنہ۔ از گولڑہ شریف۔

۱۲۲
القضاء امر من امور الدین و مصلحۃ من مصالح المسلمین یجب العنایۃ بہ لان بالناس الیہ حاجۃ عظیمۃ۔ واللہ وفق من سعی لما یرضی۔ غلام محمد عفی عنہ۔ مقیم گولڑہ شریف۔

۱۲۳
سوالات مذکورہ کے جو جوابات اس تحریر میں مندرج ہیں سب صحیح موافق فقہ کے ہیں اور عین آرزوئے قدیم ہم اہلِ اسلام کے ہیں۔ امید قوی ہے کہ گورنمنٹ توجہ کریمانہ فرماکر اس ہماری آرزو کو سرانجام فرماکر ممنون فرمادے گی۔ مولوی اسمٰعیل از گھوٹکی ضلع سکھر سندھ۔

۱۲۴
الجواب صحیح۔ موسیٰ شاہ از گھوٹکی ضلع سکھر سندھ۔

۱۲۵
فاضل مجیب نے جو جوابات سوالات مذکورہ کے دئے ہیں سب صحیح ہیں ہمیں معلوم نہیں کہ اہل اسلام میں سے اس مسئلہ (یعنی نصب قضاۃ) میں اور اس کی اہمیت میں کسی کا اختلاف ہو۔ قوم مسلم جو مطالبات گورنمنٹ برٹش سے کرنی چاہتی ہے اِن میں سے اس مطالبہ کا پہلا نمبر ہے۔ لہذا ہم عارض ہیں کہ سرکار عالمیہ اس کی طرف جلد تر اپنی توجہ کو منعطف فرمادے کہ باعث خوشنودی ایک بڑا حصّہ رعایا کا ہوگا۔ ہاوانا المولوی نور محمّد المدرس الاوّل فی المدرسۃ قاسم العلوم الواقعہ فی بلدۃ گھوٹکی من ضلع سکھر سندھ۔ ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ ہجری۔

۱۲۶
جو جوابات اِس استفتا میں مندرج ہیں سب باصواب اور مسئلہ بے جواب ہیں اور مجیب مصیب ہے اور سرکار عالیہ کی خدمت میں التماس ہے کہ مندرجہ اِس تحریر کے مسائل محمدیہ کہ شعار اسلام کے ہیں گورنمنٹ میں منظور اور پاس کروا دیں۔ کہ قوم مسلم آپ کے احسان کی مرہون ہوگی۔ المصحح المولوی ابو یوسف نور محمّد کندوی المدرس الثانی فی المدرسۃ الاسلامیۃ قاسم العلوم من بلدۃ گھوٹکی ضلع سکھر سندھ - ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ مطابق ۲ اکتوبر ۱۹۲۸ء

نوٹ:۔ جمعیۃ العلماء نے باتفاق آرا اجلاس کلکتہ وغیرہ میں اس کی ضرورت کو دکھایا تھا۔ جمعیۃ کے ریکارڈوں میں اور اخبار الجمعیۃ کے کالموں میں اس کی کاپی موجود ہے۔ فقط